لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ
وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (القرآن)

صحابہ کرام رض
اور
مودودی

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم

یکے از مطبوعات

تحریک خدام اہل سنت

چکوال۔ پاکستان

خلافت راشدہ حق چار یار

... زندہ باد

یا اللہ مدد

اصل کلمۂ اسلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (القرآن)

حق کو باطل کے ساتھ مت ملاؤ
اور جان بوجھ کر حق کو مت چھپاؤ

صحابہ کرامؓ
اور
مودودی

از قلم

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہٗ

امیر تحریکِ خدامِ اہلِ سنت والجماعت پاکستان

ناشر:

[ا]دارہ حق چار یارؓ مدینہ بازار، ذیلدار روڈ، اچھرہ، لاہور

فون 7593080 قیمت 18 روپے

فہرست کتاب

صحابہ کرامؓ اور مودودی

مضامین	صفحات
صحابہؓ کرام کے متعلق عقیدۂ اہل سنّت۔	۴
دستور جماعت اسلامی اور تنقید۔	۶
اتباع سنّت خلفائے راشدین لازم ہے۔	۷
صحابہ کرام پر مودودی صاحب کی تنقیدیں۔	۹
اصحاب اُحد کی توہین۔	۱۰
تیر انداز صحابہ کا اجتہادی اختلاف۔	۱۳
مودودی صاحب کی غلط بیانی۔	۲۷
آیت غلول کا مطلب۔	۳۰
مودودی صاحب کی زبان درازی	۳۳
کیا حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ زبان دراز تھیں	”
حضرت عثمانؓ ذوالنورین پر تنقید۔	۴۶
ہے یہ گنبد کی صدا (فاروق مودودی کیا کہتے ہیں)۔	۵۶

فہرست مضامین	صفحات

حضرت عمروؓ بن العاص کی تنقیص	۶۰
مودودی صاحب خود بے داغ ہیں۔	۶۳
حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی تنقیص۔	۶۴
حضرت معاویہؓ کی توہین صریح	۶۶
افراط و تفریط۔	۷۳
صحابہؓ کرام اور قرآن۔	۷۴
آیت استخلاف۔	۸۴
آیت تمکین۔	۸۶
تحریک حق چار یارؓ۔	۹۴
مودودیت ملوکیت کے قدموں پہ	۹۶
شاہ فیصل ایوارڈ	۹۷
ارشادات رسالت۔	۹۸
صحابہ کرام اور محققینؒ اہل سنّت۔	۱۰۱
معیار حق کا مطلب۔	۱۰۸
مودودی صاحب کا غلط استدلال۔	۱۰۹

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد افضل الانبیاء والمرسلین و والملائکۃ المقربین وعلی خلفاءہ الراشدین المھدیین وعلی اٰلہ واصحابہ الذین بشروا بالجنۃ والرضوان اجمعین۔

مودودی" عقائد وافکار کی حقیقت" کے سلسلہ میں ایک رسالہ بنام" عقیدہ عصمۃ انبیاء اور مودودی پہلے شائع ہو چکا ہے۔ اب اسی سلسلہ کا دوسرا رسالہ بنام" صحابہ کرام اور مودودی " اہل اسلام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اہل السنت والجماعت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد اولاد آدمؑ میں حضور رحمۃ للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ فیضیاب ہونے والے صحابہ کرام تمام امتوں اور جماعتوں سے افضل ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ان سے خطاب کرتے ہوئے خود اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ط (پارہ ۴۔ سورۃ آل عمران رکوع ۱۲) :۔" تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں۔ حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر" (ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ) ـــــ اللہ پر ایمان لانے کی تشریح میں شیخ الاسلام علامہ

شبیر احمد صاحب عثمانی رح فرماتے ہیں۔ اللہ پر ایمان لانے میں اسکی توحید پر اسکے رسولوں پر اور کتابوں پر ایمان لانا بھی داخل ہے اور سچ تو یہ ہے کہ توحید خالص و کامل کا اتنا شیوع اور اہتمام کبھی کسی امت میں نہیں رہا جو بحمد اللہ اس امت میں رہا ہے الخ۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ:۔
خیر اُمّۃ کا اوّلیں اور کامل مصداق جماعت صحابہ ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ قیامت تک امت کے وہ لوگ خیر امت کا مصداق بنینگے جو اس سند یافتہ جنّتی جماعت صحابہ کی پیروی کرنے والے ہوں گے۔ جماعت صحابہ مابعد کی امت کے لئے معیار حق ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام حق کے متبع اور محافظ تھے ان کا باہمی اختلاف اعتقادی اور اصولی نہیں بلکہ فروعی اور اجتہادی ہے۔ اور حضور خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے معجزانہ ارشاد مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ میں صحابہ کرام کی پیروی مابعد کی امت پر لازم کردی ہے یعنی میری امت کے وہ لوگ جنت میں جائیں گے جو میرے اور میرے صحابہ کے طریق پر ہوں گے۔
مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے گو صحابہ کرام کے فضائل و مناقب بھی بیان کئے ہیں، لیکن ان کے تنقیدی مزاج نے ان کو اعتدال پر قائم نہیں رہنے دیا۔ اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وہ بلا تامّل کچھ اس طرح لکھ گئے ہیں جس سے ان کی قرآنی عظمت مجروح ہوتی ہے اور اس سے شیعیت کا راستہ کھلتا ہے۔ مودودی صاحب نے جو تنقیدی اصول اختراع کیا ہے۔ یہ اسی کی شاخسانہ ہے

کہ وہ نہ صرف اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں بلکہ ان کا قلم بیبا کی سے معصوم انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی اپنی گرفت میں لاتا ہے جیسا کہ رسالہ :-

"عقیدہ عصمت انبیاء اور مودودی"

میں اس کا ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

دستور جماعت اسلامی اور تنقید

مودودی صاحب نے جماعتی ارکان شوریٰ کی تائید سے اپنی جماعت اسلامی کا جو دستور شائع کیا تھا اسمیں توحید و رسالت کے عقیدہ کے تحت دفعہ نمبر ۶ میں یہ تصریح ہے کہ :- "رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے۔ کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بنائے ہوئے اس معیار کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو اس کو اسی درجہ میں رکھے۔"

دستور کی مندرجہ دفعہ سے تو یہ لازم آتا ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی بھی معیار حق نہیں ہے اور سب پر تنقید و جرح کی جا سکتی ہے۔ حتیٰ کہ قرآن کے موعودہ چار خلفائے راشدین (یعنی چار یارؓ) امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کوئی بھی معیار حق نہیں ہے حالانکہ خود حضرت

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ من یعش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ۔ (مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ بحوالہ ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ) "تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا تو وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھیگا پس اس وقت تم پر میری سنت کی اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت (طریقہ) کی پیروی لازم ہوگی۔ اس کے ساتھ تمسک کرنا ہوگا اور اس کو مضبوطی سے پکڑنا ہوگا۔"

اس حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔ "ومراد بخلفائے راشدین خلفائے اربعہ داشتہ اند وہر کہ بر سیرت ایشاں برود وموافق سنت عمل کند حکم ایشاں دارد۔" (اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۳۹)۔ "اور خلفائے راشدین سے مراد چار خلفاء لئے گئے ہیں اور وہ جو ان کی سیرت کی پیروی کرے اور سنت کے موافق عمل کرے۔ اس کا حکم بھی وہی ہے (کہ اس کے طریقہ کی پیروی کی جائے)۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ ارشاد رسالت کی مراد خلفائے راشدین سے خلفائے اربعہ ہی ہیں اور بالذات واجب الاتباع وہی ہیں کیونکہ وہی قرآن حکیم کی آیت تمکین اور آیت استخلاف کے وعدہ کے مطابق مہاجرین صحابہ میں سے منصب خلافت سے مشرف ہوئے ہیں۔ البتہ انکے بعد ان کی سیرت پر چلنے والے خلفاء

بھی بالتبع واجب الاتباع ہوسکتے ہیں۔ بہرحال اصلی معیاری خلافت انہی چار خلفائے راشدین کی ہے۔ اور خلفائے راشدین سے بھی خلفائے اربعہ (چار یارؓ) مراد ہوتے ہیں۔ یہ امر قابلِ غور ہے کہ نبی کریم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تو ان خلفائے راشدین کی اتباع کا حکم دیتے ہیں لیکن مودودی صاحب کہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی معیارِ حق نہیں ہے۔ اور ہم ان پر بھی تنقید (جرح) کا حق رکھتے ہیں۔ یہ کس قسم کی اسلامی ذہنیت ہے۔
کتاب و سنّت کی روشنی میں تو محدثین کا اصول ہے کہ راویانِ حدیث میں سے ہر راوی پر تنقید و جرح کرتے ہیں لیکن جب روایت کسی صحابی تک پہنچتی ہے تو پھر ان پر کسی قسم کی جرح و تنقید نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ امام ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

والصحابۃ یشارکون سائر الرواۃ فی جمیع ذٰلک اِلَّا فِی الْجَرحِ وَالتَّعْدِیل فانھم کلھم عدول لا یَتطرق الیھم الجرح لِاَنَّ اللہ تعالٰی عزّوجلّ ورسولہ زکّاھُم وَعدَّلَھُم الخ
(اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ جلد اوّل)

"صحابہ کرام تمام راویوں کے ساتھ تمام باتوں میں شریک ہیں مگر جرح اور تعدیل میں نہیں۔ کیونکہ وہ سب کے سب عادل (اور ثقہ) ہیں۔ ان کی طرف جرح نہیں کی جاسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پاکیزگی اور تعدیل فرمائی ہے"۔ یعنی ان کو پاکیزہ اور عادل قرار دیا ہے۔"

مودودی تنقیدیں

مودودی صاحب نے اپنے اصول تنقید کی بنا پر حضرات صحابہ کرام کو جس طرح ہدف تنقید بنایا ہے اس کے چند حوالجات حسب ذیل ہیں:-

(۱) ان سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ بسا اوقات صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا اور وہ ایک دوسرے پر چوٹیں کر جاتے تھے۔ ابن عمرؓ نے سنا کہ ابو ہریرہؓ وتر کو ضروری نہیں سمجھتے فرمانے لگے ابو ہریرہؓ جھوٹے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے ایک موقعہ پر انس اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا کہ وہ حدیث رسول اللہ کو کیا جانیں وہ تو اس زمانہ میں بچے تھے۔ حضرت حسنؓ بن علی سے ایک مرتبہ شاھد و مشہود کے معنی پوچھے گئے۔ انہوں نے اس کی تفسیر بیان کی۔ عرض کیا گیا کہ ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ تو ایسا ایسا کہتے ہیں فرمایا دونوں جھوٹے ہیں۔ حضرت علیؓ نے ایک موقعہ پر مغیرہ بن شعبہ کو جھوٹا قرار دیا۔ عبادہؓ بن الصامت نے ایک ایسا مسئلہ بیان کرتے ہوئے مسعود بن اوس انصاریؓ پر جھوٹ کا الزام لگایا۔ حالانکہ وہ بدری صحابہ میں سے ہیں۔" (تفہیمات جلد اول ص۲۹۳ طبع پنجم ۱۹۴۹ء)۔

تبصرہ

مودودی صاحب نے جو روایتیں یہاں جمع کر دی ہیں بلا سند اور ناقابل اعتماد ہیں جو قرآنی آیات کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جاسکتیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں

صحابہ کرام کو صادقون اور راشدون فرمایا گیا ہے۔
(ب) مودودی صاحب کی جہالت یہ ہے کہ متعدد روایات میں لفظ کذب آیا ہے جس کا ترجمہ انہوں نے جھوٹ سے کردیا ہے حالانکہ وہاں کذب بمعنی خطا ہے۔ یعنی فلاں سے اس میں غلطی ہوگئی ہے۔ (ج) بالفرض اگر ان روایات کو صحیح تسلیم کیا جائے اور کذب کا معنیٰ جھوٹ کیا جائے۔ کیا اس کو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت یافتہ سوسائٹی قرار دیا جاسکتا ہے۔؟

(۲) سورۃ آل عمران رکوع ۱۳۔ آیت نمبر ۱۳۰:۔ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَۃً وَّاتَّقُوا اللّٰہَ ـــــ ترجمہ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو یہ بڑھتا اور چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ اس کی تفسیر میں مودودی صاحب نمبر ۹۸ کے تحت صحابہ جنگ احد کے متعلق لکھتے ہیں:۔ احد کی شکست کا بڑا سبب یہ تھا کہ مسلمان عین کامیابی کے موقعہ پر مال کی طمع سے مغلوب ہوگئے اور اپنے کام کو تکمیل تک پہنچانے کے بجائے غنیمت لوٹنے میں لگ گئے اس لئے حکیم مطلق نے اس حالت کی اصلاح کے لئے زرپرستی کے سرچشمے پر بند باندھنا ضروری سمجھا اور حکم دیا کہ سودخوری سے باز آجاؤ جس میں آدمی رات دن اپنے نفع کے بڑھنے اور چڑھنے کا حساب لگاتا رہتا ہے اور جس کی وجہ سے آدمی کے اندر روپے کی حرص بیحد بڑھتی چلی جاتی ہے" ـــــ پھر اس کے بعد نمبر ۹۹ کے تحت

لکھتے ہیں :۔ سود خوری جس سوسائٹی میں موجود ہوتی ہے اس کے اندر سود خوری کی وجہ سے دو قسم کے اخلاقی امراض پیدا ہوتے ہیں۔ سود لینے والوں میں حرص و طمع۔ بخل اور خود غرضی اور سود دینے والوں میں نفرت۔ غصہ اور بغض و حسد۔ اُحد کی شکست میں ان دونو قسم کی بیماریوں کا کچھ نہ کچھ حصہ شامل تھا الخ (تفسیر تفہیم القرآن جلد اوّل۔ سورۃ آل عمران ص ۲۸۸/۲۸۷ تیرھواں ایڈیشن جنوری ۱۹۷۶ء آیت ۱۳۴/۱۳۳)۔

تبصرہ یہ ہے انصار مدینہ رضی اللہ عنہم کے متعلق مودودی صاحب کی ذہنیت اور عجیب بات یہ ہے کہ انہوں نے احد کی شکست کے مذکورہ اسباب ان آیات کی تفسیر میں نہیں بیان کئے جن میں غزوہ احد کا تذکرہ ہے۔ بلکہ اُحد کی شکست کا تعلق انھوں نے سود کی ممانعت کی آیات کے ساتھ جوڑ دیا۔ کیا یہ علمی خیانت نہیں ہے؟ —— (۲) غزوہ احد کے متعلق جتنی آیات ہیں انمیں کوئی سود لینے اور دینے کا ذکر نہیں ہے۔ اور نہ اس کا ذکر ہے کہ صحابہ پر حرص و طمع۔ بخل اور خود غرضی کا غلبہ ہوگیا تھا۔ جیسا کہ مودودی صاحب نے ۹۸ کے تحت لکھا ہے کہ :۔ اُحد کی شکست کا بڑا سبب یہ تھا کہ مسلمان عین کامیابی کے موقعہ پر مال کی طمع سے مغلوب ہوگئے اور اپنے کام کو تکمیل تک پہنچانے کے بجائے غنیمت لوٹنے میں لگ گئے"۔ اور مودودی صاحب کا یہ لکھنا بھی اصحٰبِ رسول

صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت بدظنی پر مبنی ہے کہ :۔ جن تیر اندازوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عقب کی حفاظت کے لئے بٹھایا تھا انہوں نے جب دیکھا کہ دشمن کا لشکر لوٹا جا رہا ہے تو ان کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ساری غنیمت انہی لوگوں کو نہ مل جائے جو اسے لوٹ رہے ہیں۔ اور ہم تقسیم کے موقع پر محروم رہ جائیں۔"

قارئین کرام اندازہ فرمائیں۔ کہ مودودی صاحب ان صحابہ کے متعلق جو میدان جنگ میں تھے کیا لکھ رہے ہیں۔ اور شیعہ بھی تو یہی کہتے ہیں:۔ چنانچہ ایک شیعہ مجتہد حسین بخش جاڑا (مقیم دریا خان ضلع بھکر) نے ان آیات کے تحت لکھا ہے:۔ "جب کفار بھاگے اور مسلمان لوٹ میں پڑ گئے تو عبد اللہ بن جبیر کے ساتھیوں نے جھگڑا شروع کر دیا بعض ثابت قدمی کی طرف تھے اور بعض لوٹ کو پسند کر رہے تھے۔ الخ (تفسیر انوار النجف جلد ۴ صہ ۶۶)۔

حقیقت حال

جنگ احد کی تفصیلات بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔ مختصراً یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلے۔ راستہ میں سے رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی اپنے تین صد آدمیوں کو لے کر واپس مدینہ آ گیا۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف سات سو صحابہ کرام تھے۔ اور قریش کے لشکر کی تعداد تین ہزار تھی۔ بعض روایات میں پانچ ہزار کی تعداد لکھی ہے۔ مولانا شبلی نعمانی

مرحوم لکھتے ہیں :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی۔ حضرت مصعب رضؓ بن عمیر کو علم عنایت کیا۔ حضرت زبیر بن رضؓ العوام رسالے کے افسر مقرر ہوئے۔ حضرت حمزہ رضؓ کو اس حصۂ فوج کی کمان ملی جو زرہ پوش نہ تھے۔ پشت کی طرف احتمال تھا کہ دشمن ادھر سے آئیں اسلیئے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین فرمایا اور حکم دیا کہ گو لڑائی فتح ہوجائے تاہم وہ جگہ سے نہ ہٹیں" حضرت عبداللہ رضؓ بن جبیر تیر اندازوں کے افسر مقرر ہوئے الخ (سیرالنبی جلد اول) ——— اسی سلسلے میں مولانا شبلی لکھتے ہیں :۔ تاہم لڑائی کا پلہ مسلمانوں ہی کیطرف بھاری تھا۔ علم برداروں کے قتل اور حضرت علی رضؓ اور حضرت ابودجانہ رضؓ کے بے پناہ حملوں سے فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ بہادر نازنینیں جو رجز سے دلوں کو ابھار رہی تھیں بدحواسی کے ساتھ پیچھے ہٹیں اور مطلع صاف ہوگیا۔ لیکن ساتھ ہی مسلمانوں نے لوٹ شروع کردی یہ دیکھ کر تیر انداز جو پشت پر مقرر کیئے گئے تھے وہ بھی غنیمت کی طرف جھکے۔ حضرت عبداللہ بن جبیر نے بہت روکا لیکن وہ نہ رک سکے۔ تیر اندازوں کی جگہ خالی دیکھ کر خالد رضؓ نے عقب سے حملہ کیا۔ عبداللہ بن جبیر چند جانبازوں کے ساتھ جم کر لڑے لیکن سب کے سب شہید ہو گئے الخ

تیر انداز صحابہ کا اجتہادی اختلاف

جب ابتداء میں کفار کے پاؤں

اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ تو جن پچاس تیر اندازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقب میں ایک درہ پر متعین فرمایا تھا۔ ان میں اختلاف واقع ہو گیا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ کفار شکست کھا گئے ہیں اور میدان جنگ میں جو صحابہ تھے انھوں نے مال غنیمت اکٹھا کرنا شروع کر دیا ہے تو انھوں نے اس خیال سے درہ چھوڑ دیا کہ اب لڑائی تو ختم ہو چکی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا تعلق جنگ سے ہی تھا لیکن حضرت عبداللہ بن جبیر نے فرمایا کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم نہ دیں ہمیں یہاں سے ہٹنا نہیں چاہیے۔ یہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا مطلب سمجھنے میں ان کا اختلاف۔ جس میں ان صحابہؓ کی رائے غلط قرار دیدی گئی جنھوں نے درہ چھوڑ دیا تھا۔ اس لئے اللہ نے تنبیہاً حسب ذیل آیات نازل فرمائیں:- وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ آل عمران آیت ۱۵۲)۔ اس آیت کا ترجمہ مع خلاصہ تفسیر جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے لکھا ہے درج ذیل ہے

"اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تو تم سے اپنے وعدہ (نصرت) کو سچا کر دکھلایا تھا۔

جس وقت کہ تم (ابتدائے قتال میں) ان کفار کو بحکم خداوندی قتل کر رہے تھے (اور یہ غلبہ تمہارا وقتاً فوقتاً بڑھتا گیا) یہانتک کہ جب تم خود ہی (رائے میں) کمزور ہو گئے (اس طرح کہ جو تجویز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی کہ مورچہ پر پچاس آدمی اور ایک افسر برابر بیٹھے رہیں۔ بعض نے غلط فہمی سے اس کیخلاف رائے دی کہ اب ہم کو بھی کفار کا تعاقب کرنا چاہیے۔ جیسا اوپر شروع قصہ میں گذر چکا ہے) اور باہم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) حکم میں اختلاف کرنے لگے (کہ بعض تو اسی پر ثابت رہے اور بعضے دوسری تجویز کرنے لگے اور انکار و ملامت اسی جزو پر ہے) اور تم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) حکم میں اختلاف کرنے کے بعد کہ تم کو تمہاری دلخواہ بات (آنکھوں سے) دکھلا دی تھی (یعنی مسلمانوں کا غلبہ دکھلا دیا تھا اور تمہاری اس وقت یہ حالت تھی کہ) تم میں سے بعضے تو وہ شخص تھے جو دنیا (کا لینا) چاہتے تھے (یعنی کفار کا تعاقب کر کے غنیمت جمع کرنا چاہتے تھے) اور بعضے تم میں سے وہ تھے جو (صرف) آخرت کے طلبگار تھے (اور چونکہ بعض سے رائے کی کمزوری اور خلافِ حکمِ رسول دوسری تجویز اور آپ کے کہنے پر نہ چلنا اور طلبِ دنیا ایسے امور صادر ہوئے) اس لئے اللہ تعالیٰ نے آئندہ کے لئے اپنی نصرت کو بند کر لیا اور) پھر تم کو ان کفار (پر غالب آنے) سے ہٹا دیا (اور باوجودیکہ یہ مغلوبیت تمہارے فعل کا نتیجہ تھا مگر پھر بھی یہ بطور سزا نہیں ہوا بلکہ اس مصلحت سے) تاکہ خدا تعالےٰ تمہاری آزمائش (ایمان کی) فرماوے (چنانچہ اس وقت منافقین کا نفاق کھل گیا اور مخلصین کی قدر بڑھ گئی)۔ اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو

معاف کردیا (اب آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا) اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں مسلمانوں (کے حال) پر۔ (تفسیر بیان القرآن جلد دوم)۔

ان آیات سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ صحابہ کرام نے عمداً نافرمانی کی۔ یا محض طمع مال کی وجہ سے انھوں نے وہ مورچہ چھوڑ دیا تھا۔ یا سودخوری وغیرہ کے اثرات سے وہ مغلوب تھے۔ یہ سب مودودی صاحب کی طرف سے اس مقدس جماعت صحابہ پر افسانوی قسم کے الزامات ہیں۔ مخالفین مندرجہ آیات کے حسب ذیل الفاظ سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اِذَا فَشِلْتُمْ۔ تَنَازَعْتُمْ وَعَصَيْتُمْ۔ مِنْكُمْ مَنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا۔ لیکن حضرت تھانویؒ نے ان الفاظ کا جو ترجمہ کیا ہے اور اس کا جو مفہوم پیش فرمایا ہے اس سے حقیقت حال واضح ہو جاتی ہے اور سوائے اجتہادی خطاء کے صحابہ کرام کا دامن پاک نظر آتا ہے۔ فشل کا معنی بزدلی اور کمزوری ہے اور یہاں مراد رائے کی کمزوری ہے جس کو خطائے اجتہادی کہتے ہیں۔ اور تنازع سے مراد بھی اختلاف رائے ہی ہے اور عصیان سے مراد صورتاً نافرمانی ہے نہ حقیقی۔ یہ تو اصحاب ہیں اور غیر معصوم۔ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے تو اس سے بھی سخت الفاظ قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ چنانچہ فرمایا:۔ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (پارہ ۱۶۔ سورہ طٰہٰ رکوع ۷۔ آیت ۱۲۱) "اور آدم سے ربّ کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)۔ اس سے معلوم

ہوا کہ معصیت اور غوایت کے الفاظ کا اطلاق حقیقت پر مبنی نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدمؑ نے عمداً نافرمانی نہیں کی تھی بلکہ وہ بھول گئے تھے۔ اسی طرح امام معصومین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ "اے نبی! تم کیوں اس چیز کو حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے؟ (کیا اس لئے کہ) کہ تم اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہو؟ - اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے"۔ (تفسیر تفہیم القرآن جلد ششم۔ سورۃ التحریم آیت ۱۱)۔

مختصر شان نزول یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ازواج مطہرات کی وجہ سے شہد نہ کھانے کی قسم کھا لی تھی۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ مودودی صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے تحریم کا یہ فعل خود اپنی کسی خواہش کی بنا پر نہیں کیا تھا بلکہ آپ کی بیویوں نے یہ چاہا تھا کہ آپ ایسا کریں اور آپ نے محض ان کو خوش کرنے کے لئے ایک حلال چیز اپنے اوپر حرام کر لی تھی الخ

علاوہ ازیں لکھتے ہیں :۔

اگرچہ حضورؐ نے اس چیز کو نہ عقیدتاً حرام سمجھا تھا اور نہ اسے شرعاً حرام قرار دیا تھا بلکہ صرف اپنی ذات پر اس

کے استعمال کو حرام کر لیا تھا۔"

تبصرہ اگر کوئی ناواقف یا مخالف آدمی آیت کے ظاہری الفاظ پیش نظر رکھ کر اعتراض کرے تو کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام قرار دینا تو کفر ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟ اور وہ بھی اپنی بیویوں کی خوشنودی کے لئے؟ تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد صرف اپنے لئے ممنوع قرار دیا تھا نہ کہ امت کے لئے اور نہ ہی شرعاً اس کو حرام قرار دیا تھا اسلئے یہ گناہ نہیں چہ جائیکہ کفر۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور کی عظمت شان کے پیش نظر اس طرح کے الفاظ استعمال فرمائے کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس سے یہ غلط فہمی ہو سکتی تھی کہ شہد شرعاً حرام ہے اسی طرح صحابہ کرام کے متعلق بھی جنگ احد کے تذکرہ میں بظاہر الفاظ سخت ہیں اور ان سے یہ تنبیہ مقصود ہے کہ ان کو اتنا بھی نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ـــــــ مگر مودودی صاحب نے اسے دوسرا رنگ دیکر بڑھا چڑھا کر دیا ہے۔ ع

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

(۲) آیت کے الفاظ یہ ہیں:۔ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ۔ مودودی صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے:۔

" اور جونہی کہ وہ چیز اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار

تھے (یعنی مال غنیمت) تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے۔
مودودی صاحب نے مَا تُحِبُّوْنَ کا ترجمہ " جس کی محبت میں تم گرفتار تھے" کر کے اس سے مراد مال غنیمت لیا ہے۔ جس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ صحابہ کرام مال غنیمت کی محبت میں گرفتار تھے یعنی اسی مقصد کے تحت وہ جنگ کر رہے تھے (العیاذ باللہ)
حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مہاجرین اور انصار فرمایا ہے۔

(۱) مہاجرین وہ ہیں جنہوں نے گھربار۔ عزت و مال سب کچھ دین حق کے لئے چھوڑ دیا۔ کیا ان حضرات کو مال کی محبت میں گرفتار کہا جا سکتا ہے؟

(۲) دوسرے انصار ہیں یعنی اللہ کے دین کی مدد کرنے والے جنکو اللہ تعالیٰ نے دین کی مدد کرنے والے فرمایا ہے۔ کیا ان کے متعلق کہہ سکتے ہیں کہ وہ مال کی محبت میں گرفتار تھے؟ نیز بالذات انہی مہاجرین اور انصار کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ (سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۰۰)
" اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے"۔ یہ تو ہے خداوندی سند۔ لیکن مودودی صاحب ان کے متعلق کیا لکھ رہے ہیں۔ ـــــ بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

(ب) اس کا ترجمہ حضرت تھانوی رح نے یہ لکھا ہے:۔" اور تم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) کہنے پہ نہ چلے بعد اسکے کہ تم کو تمہاری دلخواہ

بات (آنکھوں سے) دکھلا دی تھی (یعنی مسلمانوں کا غلبہ دکھا دیا تھا)۔
حضرت مولانا عبدالحق صاحب حقانیؒ نے بھی اس سے مراد فتح و غلبہ لیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:- "ان آیتوں میں خدا تعالیٰ نے جواب دیا کہ اس نے تو تم سے اپنا وعدہ پورا کر دیا کہ تم نے تو اول ہی حملہ میں کفار کی جماعت کو تہ تیغ کر کے بھگا دیا۔ مگر تم نے خود نا فرمانی کر کے یہ مصیبت سر پر لی باوجودیکہ تمہارے سردار نے تیر اندازوں کو کہا کہ یہاں سے نہ ہٹو۔ مگر جب تم نے جھگڑا کیا اور اپنی مرغوب چیز یعنی فتح دیکھ لی"۔

علاوہ ازیں حافظ ابن کثیرؒ بھی لکھتے ہیں:-
مِنْ بَعْدِ مَا اَرٰکُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ (وھو الظفر بھم) "اور وہ ان پر فتح و ظفر ہے"۔ اور عقل کا بھی یہی تقاضا ہے۔ جنگ میں دشمن کے مقابلہ میں فتح ہی محبوب و مطلوب ہوتی ہے اگر فتح نہ ہو تو مالِ غنیمت کیونکر حاصل ہو سکتا ہے اور بعض مفسرین نے اس سے فتح و غنیمت دونو مراد لئے ہیں۔ کیونکہ دشمنوں پر فتح پانے کے بعد ان کے مال غنیمت پر قبضہ کرنا بھی بڑی کامیابی ہے۔

(ج) یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ مال غنیمت اس وقت شرعاً حلال ہو چکا تھا چنانچہ قبل ازیں جنگِ بدر میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غازیانِ بدر کو مال غنیمت عطا فرمایا تھا۔ تو اگر ابتدائی مرحلہ میں فتح حاصل کرنے کے بعد صحابہ کرام نے مال غنیمت اکٹھا

کرنا شروع کر دیا تو اس میں شرعاً کیا قباحت ہے۔
(۳) اسکے بعد آیت کے الفاظ یہ ہیں :۔ مِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الدُّنۡيَا وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ " مودودی صاحب نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے :۔ اس لئے کہ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے تھے"۔
اور حضرت مولانا تھانویؒ کا ترجمہ یہ ہے :۔" تم میں سے بعضے تو وہ شخص تھے جو دنیا (کا لینا) چاہتے تھے (یعنی کفار کا تعاقب کر کے غنیمت جمع کرنا چاہتے تھے) اور بعضے تم میں سے وہ تھے جو (صرف) آخرت کے طلبگار تھے"۔
اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔ وَلَقَدۡ عَفَا عَنۡكُمۡ وَاللّٰهُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۞ اور حق یہ ہے کہ اللہ نے پھر بھی تمہیں معاف ہی کر دیا کیونکہ مومنوں پر اللہ بڑی نظر عنایت رکھتا ہے۔ (ترجمہ مودودی)
(ب) " اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں مسلمانوں پر"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) ۔ حضرت تھانویؒ ان آیات کی تشریح میں فرماتے ہیں :۔ اس آیت سے صحابہ کے حال پر بڑی عنایت معلوم ہوئی کہ عتاب میں بھی چند در چند تسلیاں فرمائیں۔ ایک یہ کہ یہ سزا نہ تھی بلکہ اس میں بھی تمہاری مصلحت تھی پھر مواخذہ آخرت سے بے فکر کر دیا۔ چونکہ ظاہر ہے کہ ایسے حضرات جو ایسی عنایات کے مورد ہوں طالب دنیا نہیں ہو

سکتے۔ اس لئے یُرِیْدُ الدُّنْیَا میں دنیا کا مراد بالذات ہونا مراد نہیں
ہوسکتا اور اس پر قرینہ عقلی بھی ہے وہ یہ کہ اگر یہ حضرات غنائم
کو جمع نہ بھی کرتے جب بھی حسب قانون شریعت شریک و مستحق
غنیمت یقیناً تھے اس سے معلوم ہوا کہ اس میں بھی آخرت ہی مقصود
تھی کہ حفاظت مورچہ کا ثواب حاصل کر کے اب ترہیب و تخریب
کفّار کا ثواب بھی لیں اسی لئے بعض اقطاب نے اس آیت میں فرمایا
منکم من یرید الدنیا للاٰخرۃ ومنکم من یرید الاٰخرۃ
الصّرفۃ (یعنی تم میں سے بعض وہ ہیں جو دنیا کا مال چاہتے ہیں آخرت کے
لئے اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو صرف آخرت چاہتے ہیں) مگر چونکہ طریق
ثواب کا نص کے خلاف تھا اس لئے محمود نہ ہوا۔ گو خطائے اجتہادی
سے مخالفت نص کے مجرم نہ کہے جائینگے۔" (تفسیر بیان القرآن حضرت
تھانوی رح)۔ حضرت تھانوی رح کی توجیہ کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام رض محض
مال غنیمت کے طالب نہ تھے بلکہ اگر ان میں سے بعض نے مال غنیمت
کی خواہش کی ہے تو اس سے مقصود آخرت تھی کہ اس مالی طاقت
سے بھی کفار کو کمزور کریںگے اور بعض حضرات صحابہ کی ان ظاہری
مالی اسباب پر بھی نظر نہ تھی۔ ان کی نگاہ صرف آخرت کے حصول
پر تھی اور مال غنیمت حاصل کرنے والوں کو اس لئے تنبیہ کی گئی
کہ انہوں نے اس ثواب کے حصول کے لئے طریقہ صحیح اختیار نہیں
کیا اور اس مورچہ کو چھوڑ دیا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان کو متعین فرمایا تھا لیکن یہ ان کی اجتہادی رائے کی غلطی
تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کر کے معاف فرما دیا۔ یہ ہے قرآن
کی مراد کا سمجھنا اور عظمت صحابہ کا تحفظ جن کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ
وحی اپنی ابدی رضامندی کی سند عطاء فرمائی ہے۔ رضی اللہ عنہم
اجمعین۔ (۳) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس آیت کے
تحت لکھتے ہیں :-
آیات مذکورہ میں ارشاد ہوا ہے کہ اس وقت صحابہ کرام کے دو گروہ
ہو گئے۔ بعض دنیا چاہتے تھے بعض صرف آخرت کے طلب گار تھے
یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ جن حضرات کے متعلق طالب دنیا
ہونے کا ذکر ہے یہ ان کے کس عمل کی بنا پر ہے ؟ ظاہر ہے کہ
مال غنیمت جمع کرنے کے ارادے کو طلب دنیا سے تعبیر کیا گیا ہے
اب غور کرو کہ اگر یہ حضرات اپنے مورچے پر جمے رہتے اور مال غنیمت
جمع کرنے میں شریک نہ ہوتے تو کیا ان کے حصہ غنیمت میں کوئی
کمی آجاتی اور شریک ہو گئے تو کیا زیادہ حصہ مل گیا۔ قرآن و حدیث
سے ثابت شدہ قانون غنیمت کو جو شخص جانتا ہے اس کو اس
میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ مال غنیمت سے جو حصہ ان کو
ملیگا۔ اس میں کسی حال میں کوئی فرق کمی بیشی کا نہ تھا۔ مال غنیمت
جمع کرنے کی صورت میں بھی انکا حصہ وہی رہیگا جو اپنی جگہ مورچے
پر جمے رہنے کے وقت ملتا۔ تو اب یہ ظاہر ہے کہ ان کا یہ عمل

خالص طلب دنیا تو نہیں ہو سکتا بلکہ مجاہدین کے کام میں شرکت ہے۔ ہاں طبعی طور پر اس وقت مال غنیمت کا خیال دل میں آجانا مستبعد نہیں۔ مگر حق تعالیٰ اپنے رسول کے ساتھیوں کے قلوب کو اس سے بھی پاک وصاف دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ مال کا تصور ہی کیوں آوے۔ اس لئے اس تصور کو طلب دنیا سے تعبیر کر کے ناپسندیدگی کا اظہار فرما دیا۔ واللہ اعلم (تفسیر معارف القرآن)

حضرت مفتی صاحبؒ کا بیان بہت صحیح اور جامع ہے۔ جس کے بعد عظمت صحابہ بے داغ ثابت ہو جاتی ہے اور حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت تزکیہ (حسب ارشاد ربانی وَيُزَكِّيهِمْ) کا یہی اثر ہونا چاہیے کہ صحابہ کرام کے قلوب حُبّ مال اور حُبّ جاہ کی نفسانی بیماریوں سے پاک وصاف ہو جائیں۔ علاوہ ازیں اگر مودودی صاحب جنگ احد کے متعلق حسب ذیل دوسری آیات کو بھی پیش نظر رکھتے تو ان کا قلم صحابہ کرام پر طمع مال کی مغلوبیت وغیرہ کے مطاعن کی جسارت نہ کرتا۔ چنانچہ فرمایا: اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ط لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ

ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ○ (آل عمران آیت ۱۷۴) اسی آیت کے تحت مودودی صاحب کا ترجمہ یہ ہے :۔

جن لوگوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک کہا۔ ان میں جو اشخاص نیکوکار اور پرہیزگار ہیں ان کے لئے بڑا اجر ہے اور وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ تمہارے خلاف بڑی فوجیں جمع ہوئی ہیں ان سے ڈرو" تو یہ سنکر ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔ آخرکار وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ پلٹ آئے۔ ان کو کسی قسم کا ضرر بھی نہ پہنچا اور اللہ کی رضا پہ چلنے کا شرف بھی ان کو حاصل ہوگیا۔ اللہ بڑا فضل فرمانے والا ہے"۔

اس کی تفسیر میں ۱۲۴ کے تحت لکھتے ہیں :۔" احد میں پلٹتے ہوئے ابو سفیان مسلمانوں کو چیلنج دے گیا تھا کہ آئندہ سال بدر میں ہمارا تمہارا پھر مقابلہ ہوگا۔ مگر جب اس وعدے کا وقت قریب آیا تو اس کی ہمت نے جواب دیدیا کیونکہ اس سال مکہ میں قحط تھا لہذا اس نے پہلو بچانے کے لئے یہ تدبیر کی کہ خفیہ طور پہ ایک شخص کو بھیجا جس نے مدینہ پہنچکر مسلمانوں میں یہ خبر مشہور کرنی شروع کیں کہ اب کے سال قریش نے بڑی زبردست تیاری کی ہے اور ایسا بھاری لشکر جمع کر رہے ہیں جس کا مقابلہ تم عرب میں کوئی نہ کرسکے گا۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ مسلمان خوف زدہ ہوکر اپنی جگہ رہ جائیں اور مقابلہ پرنہ آنے کی ذمہ داری انہی پر رہے۔ ابو سفیان کی اس چال کا یہ اثر ہوا کہ

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے اپیل کی تو اس کا کوئی ہمت افزا جواب نہ ملا۔ آخرکار اللہ کے رسول نے بھرے مجمع میں اعلان کردیا کہ اگر کوئی نہ جائیگا تو میں اکیلا جاؤنگا اس پر پندرہ سو فداکار آپ کے ساتھ چلنے کے لئے کھڑے ہوگئے اور آپ انہی کو لیکر بدر تشریف لے گئے۔ ادھر سے ابوسفیان دو ہزار کی جمعیت لیکر چلا مگر دو روز کی مسافت تک جاکر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس سال لڑنا مناسب نہیں معلوم ہوتا آئندہ سال آئینگے چنانچہ وہ اور اسکے ساتھی واپس ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ روز تک بدر کے مقام پر اس کے انتظار میں مقیم رہے اور اس دوران میں آپ کے ساتھیوں نے ایک تجارتی قافلہ سے کاروبار کرکے خوب مالی فائدہ اٹھایا۔ پھر جب یہ خبر مل گئی کہ کفار واپس چلے گئے تو آپ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔" (تفہیم القرآن جلد اول تیرھواں ایڈیشن (صفحہ ۳۰۴)۔

تبصرہ مودودی صاحب کی تفسیر مذکورہ آیت کے مفہوم کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے کہ غازیانِ اُحد نے زخمی ہونے کے باوجود اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر لبیک کہی اور خوف زدہ کرنے کے لئے جب ان کو یہ خبر دی گئی کہ دشمن ان کے لئے جمع ہو رہے ہیں تو اس خبر نے ان کے ایمان کو زیادہ کردیا۔ اور انہوں نے کہا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل

(ہمیں اللہ کافی ہے جو بہترین کارساز ہے)۔
لیکن مودودی صاحب یہ لکھ رہے ہیں کہ :۔
" ابوسفیان کی اس چال کا یہ اثر ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے اپیل کی تو اس کا کوئی ہمت افزا جواب نہ ملا"۔ علیمٌ بذات الصدور نے کیا فرمایا اور مودودی صاحب کیا راگ الاپ رہے ہیں۔
(ب) جواب تو اتنا ہی کافی ہے مگر مزید توضیح کے لئے عرض کرتا ہوں کہ اس آیت کا تعلق بدر کے اس واقعہ کے ساتھ نہیں ہے۔ جو مودودی صاحب نے لکھا ہے بلکہ اس واقعہ کا تعلق واقعہ حمراء الاسد سے ہے۔ چنانچہ مولانا شبلی نعمانی مرحوم لکھتے ہیں :۔
" دونو فوجیں جب میدان سے الگ ہوئیں تو مسلمان زخم سے چور تھے تاہم یہ خیال کر کے کہ ابوسفیان مسلمانوں کو مغلوب سمجھ کر دوبارہ حملہ آور نہ ہو۔ آپ نے مسلمانوں کی طرف روئے خطاب کر کے فرمایا کہ کون انکا تعاقب کریگا۔ فوراً ستر آدمیوں کی ایک جماعت اس مہم کے لئے تیار ہو گئی جن میں حضرت ابوبکرؓ اور زبیرؓ بھی داخل تھے"۔
(بحوالہ صحیح بخاری ۔ سیرت النبی جلد اوّل صـ۳۸۶)۔
اس کے بعد مولانا شبلی لکھتے ہیں :۔ غرض ابوسفیان واپس گیا۔ یہی واقعہ ہے جس کو مورخین نے تکثیر غزوات کے شوق میں ایک نیا غزوہ بنا لیا ہے۔ اور حمراء الاسد کا ایک نیا عنوان قائم کیا ہے"۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ حمراء الاسد مدینہ منورہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور قرین عقل بھی یہی حمراء الاسد کا واقعہ ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ مِنۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ (اس کے بعد کہ وہ زخمی ہو چکے تھے)۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جنگ اُحد کے خاتمہ سے متصل یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ اور بدر کا جو واقعہ مودودی صاحب نے پیش کیا ہے وہ تو ایک سال بعد کا ہے۔ مودودی صاحب نے یہ دوسری روایت کہیں سے لے لی ہے جس کا حوالہ بھی نہیں دیا۔ اور صحیح بخاری کی روایت ترک کر دی ہے۔ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں اس آیت کا شان نزول واقعہ حمراء الاسد کو ہی قرار دیتے ہیں اور اسی روایت کو صحیح کہتے ہیں (والصحیح الاول)۔

اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح بھی فرماتے ہیں۔ (والصحیح ھو القول الاول) تفسیر مظہری جلد دوم) اور صحیح اول قول ہے۔ یعنی حمراء الاسد کی روایت صحیح ہے۔ پھر انہوں نے یہ تطبیق دی ہے کہ پہلی آیت اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ تو حمراء الاسد کے واقعہ میں نازل ہوئی ہے جسمیں صحابہ کے زخمی ہوئے کا ذکر ہے اور اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ واقعہ بدر صغریٰ کے متعلق نازل ہوئی ہے جسمیں یہ مذکور ہے کہ دشمن کے جمع ہونے کی خبر سنکر صحابہ کرام کے ایمان میں زیادتی پیدا ہوگئی۔

(ج) بدر صغریٰ سے اس آیت کا تعلق تسلیم کیا جائے تو اس میں

بھی تو صحابہ کرام کی تعریف پائی جاتی ہے چنانچہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر اعلان فرما دیا ہے کہ:۔ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللّٰهِ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی پیروی کی) تو جن حضرات نے رضائے خداوندی کی خواہش کی تھی کیا ان کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ:۔

اُحد کی شکست کے اسباب میں سے ان کا سود خور ہونا بھی تھا۔ العیاذ باللہ۔

(۲) حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ مذکورہ آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔ تفسیر قرطبی میں ہے کہ احد کے دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مجاہدین میں اعلان فرمایا کہ ہمیں مشرکین کا تعاقب کرنا ہے مگر اس میں صرف وہی لوگ جا سکیں گے جو کل کے معرکہ میں ہمارے ساتھ تھے۔ اس اعلان پر دو سو مجاہدین کھڑے ہو گئے اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ کون ہے جو مشرکین کے تعاقب میں جائے تو ستر حضرات کھڑے ہو گئے جن میں ایسے لوگ بھی تھے جو گذشتہ کل کے معرکہ میں شدید زخمی ہو چکے تھے دوسروں کے سہارے چلتے تھے یہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکین کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ مقام حمراء الاسد پر پہنچے تو وہاں نُعیم بن مسعود ملا۔ اس نے خبر دی کہ ابوسفیان نے اپنے ساتھ مزید لشکر جمع کر کے یہ طے کیا ہے کہ پھر مدینہ

پر چڑھائی کریں اور اہل مدینہ کا استیصال کریں۔ زخم خوردہ ضعیف صحابہ اس خبر وحشت اثر کو سن کر یک زبان ہو کر بولے کہ ہم اس کو نہیں جانتے۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہتر مددگار ہے" (تفسیر معارف القرآن)۔

بہرحال مذکورہ زیر بحث آیات کی تفسیر سے ہی مودودی صاحب کی ذہنیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ واقعی عظمت صحابہ کا تحفظ چاہتے ہیں یا ان کی تنقیص شان کر کے شیعی ذہن کی آبیاری کرتے ہیں۔

آیت غلول کا مطلب

سورۃ آل عمران کی مذکورہ زیر بحث آیات کے بعد جنگ احد کے سلسلہ میں ہی بعض ہدایات مذکور ہیں۔ جن کے بعد آیت نمبر ۱۶۱ میں فرمایا:۔ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ج :۔"کسی نبی کا یہ کام نہیں ہو سکتا کہ وہ خیانت کر جائے اور جو کوئی خیانت کرے تو وہ اپنی خیانت سمیت قیامت کے روز حاضر ہو جائے گا"۔ (ترجمہ مودودی صاحب)۔

اس آیت کی تفسیر میں نمبر ۱۱۴ کے تحت مودودی صاحب لکھتے ہیں "جن تیر اندازوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عقب کی حفاظت کے لئے بٹھایا تھا انہوں نے جب دیکھا کہ دشمن کا لشکر لوٹا جا رہا ہے تو ان کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ساری غنیمت انہی لوگوں کو نہ مل جائے جو

اسے لوٹ رہے ہیں اور ہم تقسیم کے موقع پر محروم رہ جائیں اسی بنا پر انہوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ جنگ ختم ہونے کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس تشریف لائے تو آپ نے ان لوگوں کو بلا کر اس نافرمانی کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے جواب میں کچھ عذرات پیش کئے جو نہایت کمزور تھے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا بَلْ ظننتم انا نغلّ ولا نقسم لکم۔ اصل بات یہ ہے کہ تم کو ہم پر اطمینان نہ تھا تم نے یہ گمان کیا کہ ہم تمہارے ساتھ خیانت کریں گے اور تم کو حصہ نہیں دینگے۔" اس آیت کا اشارہ اسی معاملہ کی طرف ہے۔ ارشاد الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ جب تمہاری فوج کا کمانڈر خود اللہ کا نبی تھا اور سارے معاملات اس کے ہاتھ میں تھے تو تمہارے دل میں یہ اندیشہ پیدا کیسے ہوا کہ نبی کے ہاتھ میں تمہارا مفاد محفوظ نہ ہوگا۔ کیا خدا کے پیغمبر سے یہ توقع رکھتے ہو کہ جو مال اس کی نگرانی میں ہو وہ دیانت۔ امانت اور انصاف کے سوا کسی اور طریقہ سے بھی تقسیم ہو سکتا ہے" (تفہیم القرآن جلد اوّل تیرہواں ایڈیشن جنوری ۱۹۷۶ء)۔

تبصرہ مودودی صاحب نے اس آیت کا تعلق غزوہ اُحد سے جوڑ کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق اپنی بدگمانی کا اظہار کیا ہے۔ حالانکہ اس آیت کا تعلق جنگ بدر سے ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں :- آیت مَا کَانَ

لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّ۔ ایک خاص واقعہ کے متعلق آئی ہے۔ اس کے ضمن میں غلول یعنی مال غنیمت کی چوری کا مسئلہ بھی آگیا۔ واقعہ حسب روایت ترمذی یہ ہے کہ غزوۂ بدر میں مال غنیمت میں ایک چادر گم ہوگئی۔ بعض لوگوں نے کہا شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لی ہو۔ یہ کہنے والے اگر منافق تھے تو کوئی بعید بات نہیں اور ممکن ہے کہ کوئی ناسمجھ مسلمان ہی ہو تو اس نے یہ سمجھا ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کا اختیار ہے جس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں غلول کا گناہ عظیم ہونا اور قیامت کے روز اس کی سزائے شدید کا ذکر ہے اور یہ کہ کسی نبی کے متعلق یہ گمان کرنا کہ اس نے یہ گناہ کیا ہوگا نہایت بیہودہ جسارت ہے کیونکہ انبیاء ہر گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔" (تفسیر معارف القرآن جلد اول)

(۲) اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا تھانوی رح لکھتے ہیں۔

"آیت آئندہ کا شانِ نزول حسب روایت ترمذی گو خاص ہے وہ یہ کہ بدر کے روز مال غنیمت میں ایک چادر گم ہوگئی۔ بعض (کم سمجھ یا منافق) لوگوں نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلی ہو ——— اسی پر یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ امر حقیقتاً یا صورتاً خیانت ہے نبی کی شان اس سے منزہ ہے۔" (تفسیر بیان القرآن)۔

(۳) حافظ ابن کثیر بروایت حضرت عبد اللہ بن عباس رض لکھتے ہیں۔

نزلت فی قطیفۃ حمراء فقدت یوم بدر:۔ یہ آیت ایک سرخ چادر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جو جنگ بدر کے دن گم ہو گئی تھی۔! (تفسیر ابن کثیر جلد اول)۔

قارئین کرام! اندازہ فرمائیں کہ اس آیت کا تعلق بدر میں ایک چادر گم ہونے سے تھا لیکن مودودی صاحب نے جنگ احد کے ساتھ اس کا تعلق جوڑ کے صحابہ کرام کے طمع مال سے مغلوبیت کا افسانہ بنا لیا۔ مودودی صاحب کی اسی قسم کی عبارتوں سے شیعہ مذہب کے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی جیسے سنی عالم جب صحابہ کرام کے متعلق اتنا کچھ لکھتے ہیں تو پھر ہمارا کیا جرم ہے۔

مودودی صاحب کی زبان درازی

حضرت عائشہ رضی اور حفصہ رضی زبان دراز تھیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت عمر فاروق رضی کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی دونوں حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیویاں اور اہل ایمان کی روحانی مائیں ہیں لیکن مودودی صاحب نے ان کے متعلق سورۃ التحریم کی آیت اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا کے تحت بلا کھٹک یہ لکھ دیا کہ:۔ "نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے مقابلے میں کچھ زیادہ جری ہوگئی تھیں اور حضورؐ سے زبان درازی کرنے لگی تھیں (بحوالہ ہفت روزہ ایشیا لاہور ۱۹ نومبر ۱۹۶۷ء) اس پر علمائے حق نے گرفت کی کہ یہ تو امہات المومنین کی شان میں گستاخی کے الفاظ ہیں۔ (اور بندہ نے بھی "مودودی مذہب" میں اس پر تنقید کی تھی مگر مودودی صاحب نے بجائے اس عبارت سے رجوع کرنے کے اس پر اصرار کیا اور اپنی تفسیر میں پھر ان کو زبان دراز قرار دیا۔ چنانچہ صحیح بخاری کے حوالے سے لَا تُرَاجِعِی کے تحت لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنی بیٹی حفصہؓ سے فرمایا کہ :۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کبھی زبان درازی نہ کر۔ پھر اس ترجمہ کو صحیح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :۔ اس میں حضرت عمرؓ نے مراجعت کا لفظ جو استعمال کیا ہے اسے لغوی معنی میں نہیں لیا جا سکتا۔ بلکہ سیاق و سباق خود بتا رہا ہے کہ یہ لفظ دو بدو جواب دینے کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور حضرت عمرؓ کا اپنی بیٹی سے یہ کہنا کہ لَا تُرَاجِعِی رسولَ اللہ صاف طور پر اس معنی میں ہے کہ حضور سے زبان درازی نہ کیا کر"۔ اس ترجمے کو بعض لوگ غلط کہتے ہیں اور ان کا اعتراض یہ ہے کہ مراجعت کا ترجمہ "پلٹ کر جواب دینا یا دو بدو جواب دینا" توصحیح ہے مگر اس کا ترجمہ زبان درازی صحیح نہیں ہے۔ معترض حضرات اس بات کو نہیں سمجھتے کہ اگر کم مرتبہ کا آدمی اپنے سے بڑے مرتبے کے آدمی کو پلٹ کر جواب دے یا دو بدو جواب دے تو اس کا نام

زبان درازی ہے مثلاً باپ اگر بیٹے کو کسی بات پر ڈانٹے یا اسکے
کسی فعل پر ناراضی کا اظہار کرے اور بیٹا اس پر ادب سے خاموش
رہنے یا معذرت کرنے کے بجائے پلٹ کر جواب دینے پر اتر
آئے تو اس کو زبان درازی کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ پھر جب یہ
یہ معاملہ باپ اور بیٹے کے درمیان نہیں بلکہ اللہ کے رسول ؐ اور امت
کے درمیان ہو تو صرف ایک غبی آدمی ہی کہہ سکتا ہے کہ اسکا نام زبان درازی
نہیں ہے۔ بعض دوسرے لوگ ہمارے اس ترجمے کو سوءِ ادب قرار دیتے
ہیں حالانکہ یہ سوءِ ادب اگر ہو سکتا تھا تو اس صورت میں جبکہ ہم
اپنی طرف سے اس طرح کے الفاظ حضرت حفصہ رضؓ کے متعلق استعمال کرنے
کی جسارت کرتے ہم نے تو حضرت عمر رضؓ کے الفاظ کا صحیح مفہوم ادا کیا ہے
اور یہ الفاظ انہوں نے اپنی بیٹی کو اس کے قصور پر سرزنش کرتے ہوئے
استعمال کئے ہیں۔ اسے سوءِ ادب کہنے کے معنی یہ ہیں کہ یا تو باپ اپنی
بیٹی کو ڈانٹتے ہوئے بھی ادب سے بات کرے یا پھر اس کی ڈانٹ
کا ترجمہ کرنے والا اپنی طرف سے اس کو با ادب کلام بنادے۔ اس
مقام پر سوچنے کے قابل بات دراصل یہ ہے کہ اگر معاملہ صرف ایسا
ہی ہلکا اور معمولی سا تھا کہ حضورؐ کبھی اپنی بیویوں کو کچھ کہتے تھے اور وہ
پلٹ کر کچھ جواب دے دیا کرتی تھیں تو آخر اس کو اتنی اہمیت کیوں
دی گئی کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے براہ راست خود ان ازواجِ
مطہرات کو شدت کے ساتھ تنبیہ فرمائی اور حضرت عمر رضؓ نے اس

معاملہ کو کیوں اتنا سخت سمجھا کہ پہلے بیٹی کو ڈانٹا اور پھر ازواج مطہرات میں سے ایک ایک کے گھر جا کر ان کو اللہ کے غضب سے ڈرایا۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کے خیال میں ایسے ہی زود رنج تھے کہ ذرا ذرا سی باتوں پر بیویوں سے ناراض ہو جاتے تھے الخ (تفسیر تفہیم القرآن جلد ششم ص۲۵ سورۃ التحریم آیت ۴۔ طبع پنجم اگست ۱۹۷۵ء)۔

علاوہ ازیں اسی سلسلہ میں ایک سائل کے جواب میں مودودی صاحب نے یہی کچھ لکھا ہے جو تفہیم القرآن میں ہے جس کے آخر میں لکھتے ہیں :۔ اب اگر یہ محض پلٹ کر جواب دینے یا دو بدو جواب دینے ہی کا چھوٹا سا معاملہ تھا تو یہ معترضین اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں کہ ذرا سی بات پر ایک آیت نازل کر دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا سمجھتے ہیں کہ آیا آپ معاذ اللہ بڑے ہی تنک مزاج واقع ہوئے تھے کہ ذرا سی بات پر بیویوں سے اسقدر ناراض ہو گئے الخ (رسائل و مسائل حصہ پنجم ص۶ طبع اول اپریل ۱۹۸۳ء)

تبصرہ | اصل بحث اس میں یہ ہے کہ صحیح بخاری کی حسب ذیل حدیث میں مراجعت کا معنی کیا ہے :۔

فقالت لی عجبًا لك یا ابن الخطاب ما ترید ان تراجع انت و انّ ابنتك لتراجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتیٰ یظل یومہ غضبان فقام عمرؓ فاخذ ردائہ

مکانه حتی دخل علی حفصة فقال لها یا بُنیتة ۔ انك لتراجعین رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی یظل یومه غضبان فقالت حفصة والله انا لنراجعه۔

ترجمہ :۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی بیوی نے آپ سے کہا کہ اے ابن خطاب مجھے تم پر تعجب ہے تم نہیں چاہتے کہ تمہاری باتوں کا جواب دیا جائے حالانکہ تمہاری بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کا جواب دیتی ہے حتی کہ دن بھر آپ غصہ میں رہتے ہیں۔ حفصہؓ نے کہا خدا کی قسم ہم آپ کی باتوں کا جواب دیتی ہیں الخ (بخاری مترجم جلد دوم۔ ناشران محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی)

مراجعت کا لغوی معنی جواب دینا ہی ہے۔ چنانچہ المعجم الاعظم جلد دوم میں ہے :۔ المراجعة ۔ نظر ثانی ۔ دوہراؤ : اور لسان العرب میں ہے :۔ وراجعه الکلام مراجعةً ورجاعًا ۔ حاورہ ایاہ۔ وما ارجع الیه کلاما۔ ای ما اجابه :۔ اس نے بات میں اس سے مراجعت کی۔ یعنی اس نے اس سے بات چیت کی۔ اور اس کی باتوں کا جواب دیا : عربی محاورہ میں مراجعت بمعنی زبان درازی اور بدلگامی وغیرہ نہیں آتا۔ اور مودودی صاحب کو بھی یہ معلوم تھا اس لئے انہوں نے خواہ مخواہ لغوی معنی کو چھوڑ کر . . . اس کا معنی زبان درازی کر کے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہما کی شان میں زبان درازی کر دی

[1] بخاری کتاب التفسیر سورۃ التحریم)۔

(۲) اردو میں زبان درازی کا معنی ہے :۔ بدزبانی اور گستاخی کرنا :۔ چنانچہ (ا) فیروز اللغات مؤلفہ الحاج مولوی فیروز الدین صاحب مرحوم میں ہے :۔ زبان دراز :۔ گالیاں دینے والا۔ بدزبان گستاخ۔ منہ پھٹ۔ زبان درازی۔ بدزبانی۔ گستاخی۔

(ب) امین اللغات مؤلفہ ایم اے بھٹی میں ہے :۔ زبان دراز :۔ گستاخ منہ پھٹ۔ بے ہودہ بکنے والا۔ زبان درازی :۔ گستاخی بے ہودہ گوئی :۔ (ج) نسیم اللغات مؤلفہ مولوی مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی وغیرہ شیعہ مصنفین میں ہے :۔ زبان دراز :۔ زیادہ گو گستاخ۔ بیباک۔ دلیر۔ منہ پھٹ۔ بدلگام :۔ زبان درازی :۔ بے ہودہ گوئی۔ گستاخی۔ بدلگامی۔ فحش بیانی۔ بدزبانی :۔

(۳) اب اگر مودودی صاحب کے بیان کردہ معنی کو اختیار کیا جائے تو حضرت عمر فاروقؓ کی گفتگو کا معنی یہ ہوگا کہ :۔ آپ کی بیٹی (یعنی حضرت حفصہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زبان درازی اور بدزبانی کرتی ہے حتیٰ کہ آپ سارا دن غصہ میں رہتے ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سے فرمایا کہ اے میری بیٹی! کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زبان درازی (بدزبانی) کرتی ہے تو حضرت حفصہ نے جواب دیا۔ بخدا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زبان درازی (بدزبانی) کرتی ہیں" کیا کوئی صاحب عقل و ہوش مسلمان یہ تسلیم کرسکتا ہے کہ:

ام المومنین حضرت حفصہ رضؓ نے اپنے والد ماجد حضرت فاروق رضؓ کے سامنے اپنی زبان درازی اور بد زبانی کا اقرار کیا ہوگا۔ اور اگر بالفرض وہ ایسا کہتیں تو پھر حضرت فاروق رضؓ ان کو ویسے ہی چھوڑ کر چلے جاتے۔ پھر اس کے بعد صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے یہی بات ام المومنین حضرت ام سلمہ سے کہی تو آپ نے جواب دیا کہ: عجبًا لک ابن الخطاب دخلت فی کل شیئ حتی تبتغی ان تدخل بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ازواجہ فاخذتنی و اللہ اخذاً کسرتنی عن بعض ما کنت اجد فخرجت من عندھا "

"اے ابن خطاب رضؓ تم ہر چیز میں دخل دیتے ہو حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی بیویوں کے معاملہ میں بھی دخل دینے لگے ہو چنانچہ انہوں نے بخدا اتنی سخت مجھ پر گرفت کی کہ میرا غصہ جاتا رہا اور میں ان کے ہاں سے باہر نکل آیا۔"

اب مودودی صاحب کے مقلدین ہی فرمائیں کہ کیا حضرت ام سلمہ رضؓ کا مطلب یہ تھا کہ ہم اگر زبان درازیاں کرتی ہیں تو کیا ہوا آپ کیوں اس میں دخل دیتے ہیں۔ اور اس جواب کے بعد حضرت فاروق رضؓ کا غصہ بجائے بڑھنے کے ختم ہی ہوگیا۔ اور بات یہاں تک ہی ختم نہیں ہوئی بلکہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے حضرت ام سلمہ رضؓ کا یہی جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا دیا تو آپ اس پر مسکرا دیئے (تبسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسّم فرمایا) تو کیا اس کا یہی مطلب لیا جائیگا کہ ازواج مطہرات کی زبان درازیوں کی بات سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیا کرتے تھے (العیاذ باللہ)۔

(۴) تفسیر مظہری میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ رضؓ سے فرمایا:۔ لا تستکثری علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا تراجعیہ فی شیئ ولا تھجریہ وسلینی ما بدا لکِ الخ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مطالبہ نہ کیا کر۔ اور کسی چیز میں آپ کو جواب نہ دے اور نہ آپ سے جدا رہا کر اور جو کچھ مانگنا ہو مجھ سے مانگ لیا کر"۔

اور تفسیر ابن کثیر میں حضرت فاروقؓ کے یہ الفاظ منقول ہیں:۔
لا تراجعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا تسالیہ شیئا و سلینی من مالِی ما بدا لک الخ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب نہ دیا کر۔ اور نہ آپ سے کوئی چیز مانگ اور میرے مال سے جو چاہے مانگ لیا کر"۔

یہ ہے حضرت فاروق کے ارشاد کی اصل حقیقت۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید مطالبہ کرتی تھیں اور اس قسم کی باتوں میں کچھ جواب دیدیا کرتی تھیں اور اپنے مطالبے کو دوہراتی تھیں۔ بظاہر کسی بیوی کی طرف سے اپنے شوہر سے اس قسم کا مطالبہ کرنا ناجائز نہیں ہوتا

لیکن حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کے پیش نظر ازواج مطہرات کی طرف سے اس قسم کے مطالبہ وغیرہ کو حقتعالیٰ نے پسند نہیں فرمایا اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اس قسم کی باتیں گراں گزریں۔ اور مقصود ازواج مطہرات کی مزید اصلاح تھی۔ ؎

مقربان را بیش بود حیرانی

ازواج مطہرات تو معصوم بھی نہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض انبیائے معصومین کو نسیان اور ترک اولیٰ پر بھی سخت الفاظ میں خطاب کیا گیا ہے۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا: عَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی۔ یہاں معصیت اور غوایت (نافرمانی اور گمراہی) کی حضرت آدم کی طرف نسبت کی گئی ہے بلکہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اسی سورۃ التحریم میں شروع ہی سے ان الفاظ سے خطاب فرمایا ہے یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ (اے میرے نبی آپ کیوں اس چیز کو حرام قرار دیتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے۔)

فرمایئے! ظاہری الفاظ کا تو یہی مفہوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام قرار دے دیا تھا اور وہ بھی اپنی بیویوں کو خوش کرنے کے لئے۔ لیکن صورت واقعہ کے پیش نظر اس کی حقیقت صرف یہ تھی کہ آپ نے حلال کو حرام نہیں قرار دیا

بلکہ اپنے اوپر شہد کا استعمال ممنوع فرمایا۔ تو اصل حقیقت تو یہی ہے کہ بظاہر اگر الفاظ سخت بھی ہوں تو منصبِ نبوت کے پیش نظر اس کی توجیہ کر کے حقیقت حال واضح کی جاتی ہے لیکن مودودی صاحب کے ہاں ضابطہ برعکس ہے۔ حضرت عمر فاروق کی طرف سے حضرت حفصہ وغیرہ ازواجِ مطہرات کے متعلق الفاظ بھی نرم تھے یعنی مراجعت۔ لیکن مودودی صاحب نے ان کے اصل معنی کو چھوڑ کر خواہ مخواہ اپنی طرف سے ایک سخت مفہوم نکال لیا جس سے امہات المومنین کی تنقیص لازم آتی ہے یعنی ان کو، زبان دراز قرار دے دیا۔ حالانکہ اگر ہم مودودی صاحب کو یا ان کی اہلیہ کو زبان دراز کہیں یا ہم یہ کہیں کہ میاں طفیل محمد صاحب (امیر کالعدم جماعت اسلامی) کی بیوی ان سے زبان درازی کرتی ہے تو مودودی صالحین چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھا لینگے لیکن یہی زبان درازی کے الفاظ اگر مودودی صاحب امہات المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہؓ پر چسپاں کریں تو انکے نزدیک اس میں کوئی سوء ادب نہیں بلکہ اس کا نام ان کے نزدیک تحقیق و تفہیم قرآن ہوگا اور اس کو مودودی صاحب کا کمال علم و فہم سمجھا جائے گا۔

اصل واقعہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت

عائشہ وغیرہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ عصر کے بعد کھڑے کھڑے سب بیبیوں کے پاس (خبر گیری کے لئے) تشریف لاتے تھے۔ ایک روز حضرت زینبؓ کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہرے اور شہد پیا تو مجھ کو رشک آیا اور میں نے حفصہؓ سے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس تشریف لاویں وہ یوں کہے کہ آپ نے مغافیر نوش فرمایا ہے۔ مغافیر ایک خاص قسم کا گوند ہے جس میں کچھ بدبو ہوتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو شہد پیا ہے۔ ان بی بی نے کہا کہ شاید کوئی مکھی مغافیر کے درخت پر بیٹھی ہو اور اس کا رس چوسا ہو (اسی وجہ سے شہد میں بھی بدبو آنے لگی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدبو کی چیزوں سے بہت پرہیز فرماتے تھے۔ اس لئے آپ نے قسم کھالی کہ پھر میں شہد نہیں پیونگا اور اس خیال سے کہ حضرت زینبؓ کا جی برا نہ ہو اس کے اِخفاء کی تاکید فرمائی۔ مگر ان بی بی نے دوسری سے کہدیا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت حفصہؓ شہد پلانے والی ہیں اور حضرت عائشہؓ و سودہؓ و صفیہؓ صلاح مشورہ کرنے والی ہیں اور بعض روایات میں یہ قصہ دوسری طرح بھی آیا ہے۔ ممکن ہے کہ کئی واقعے ہوں اور ان سب کے بعد یہ آیتیں نازل ہوئی ہوں۔ (از بیان القرآن حضرت تھانوی) (تفسیر معارف القرآن جلد ہشتم)۔ مذکورہ زیر بحث آیات

کی تفسیر میں جو کچھ مودودی صاحب نے لکھا ہے اس میں امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا مخصوص شرعی مقام مجروح ہوتا ہے کیونکہ زبان دراز ہونا اور پھر حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ یہ بداخلاقی اور بدتہذیبی کا عیب ہے جس سے ازواج مطہرات پاک ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تطہیر کا اعلان فرمایا ہے۔ اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ وہ بیشک امتی تھیں لیکن ان کو یہ خاص شرف حاصل ہے کہ وہ امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں بانتخابِ خداوندی لائی گئی ہیں۔ تو اگر انہوں نے کسی پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیا ہے۔ یا مزید نان ونفقہ کا مطالبہ کیا ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد کے ترک کرنے پر خاص تدبیر سے آمادہ کیا ہے تو یہ شرف زوجیت کے تقاضا کے تحت ہے۔ اس میں نہ نیت کا فتور ہے اور نہ اخلاق کا۔ اور وہ عام سوکنوں کی طرح ایک دوسری کے خلاف بھی نہیں ہیں بلکہ انکا یہ معاملہ بھی محبت نبوی پر مبنی ہے کیونکہ ہر ایک کی خواہش یہی تھی کہ محمدی جلوے سب سے زیادہ ان کو نصیب ہوں۔ لیکن وہ دوسرے پہلو سے غافل ہوگئیں کہ اس قسم کی بے تکلفی کی باتیں اور اس قسم کی تدبیریں گو عام طور پر ناجائز نہیں ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے پیش نظر یہ ناپسندیدہ ہیں۔ سچ ہے :۔

مقربان را بیش بود حیرانی

اور یہی حال اصحابِ اُحد کا ہے کہ ان کی ایک اجتہادی خطا پر بھی سخت گرفت کی گئی۔ ورنہ صحبت نبوی کی برکات سے وہ حبِ مال اور حبِ جاہ کی نفسانی بیماریوں سے پاک ہو چکے تھے۔ ہم نے مذکورہ آیات کے صحیح مفہوم و مطلب کے بیان میں اسلئے تشریح و تفصیل سے کام لیا ہے کہ آیات قرآنی کی جو تشریح مودودی صاحب نے کی ہے اس کی بنا پر ناواقف لوگ اصحاب و ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بدظن نہ ہو جائیں۔ کیونکہ اللہ کے ان مقبولین سے بدظن ہونا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے جس نے ان کو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی مخصوص قرآنی سند عطا فرمائی ہے۔

حضرت عثمانؓ ذوالنورین پر تنقید

حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے موعودہ خلیفہ راشد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آغاز کے متعلق مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔ "لیکن ان (یعنی حضرت عمرؓ) کے بعد جب حضرت عثمانؓ جانشین ہوئے تو رفتہ رفتہ وہ اس پالیسی سے ہٹتے چلے گئے۔ انہوں نے پے در پے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے اہم عہدے عطا کئے اور ان کے ساتھ دوسری ایسی رعایات کیں جو عام طور پر لوگوں میں ہدفِ اعتراض بنکر رہیں۔"
(خلافت و ملوکیت ص۱۰۶ طبع اوّل ۱۹۶۶ء)۔ اس عبارت کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:۔ مثال کے طور پر انہوں نے افریقہ کے

مال غنیمت کا پورا خمس (۵ لاکھ دینار) مروان کو بخش دیا۔"
یہ مودودی صاحب کی غلط بیانی ہے۔ چنانچہ محقق ابن خلدون نے سبائیوں کے اس الزام کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے :- و الصحیح انہ اشتراہ بخمسمائۃ الف (تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۰۴۱) " اور صحیح یہ ہے کہ مروان نے اس کو پانچ لاکھ سے خرید لیا تھا الخ۔

(۲) اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں :- ان باتوں کا ردعمل صرف عوام ہی پر نہیں اکابر صحابہؓ تک پر کچھ اچھا نہ تھا مثال کے طور پر جب ولید بن عقبہ کوفے کی گورنری کا پروانہ لے کر حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس پہنچا تو انھوں نے فرمایا۔ معلوم نہیں ہمارے بعد تو زیادہ دانا ہوگیا ہے یا ہم تیرے بعد احمق ہوگئے ہیں"۔ اس نے جواب دیا ابواسحاق برافروختہ نہ ہو۔ یہ تو بادشاہی ہے صبح کوئی اس کے مزے لیتا ہے اور شام کو کوئی اور۔ حضرت سعدؓ نے کہا۔ میں سمجھتا ہوں واقعی تم لوگ اسے بادشاہی بنا کر چھوڑو گے۔ قریب قریب ایسے ہی خیالات حضرت عبداللہ بن مسعود نے بھی ظاہر فرمائے"۔

(ب) اس سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ اپنے خاندان کے جن لوگوں کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے حکومت کے یہ مناصب دیئے انھوں نے اعلیٰ درجے کی انتظامی اور جنگی قابلیتوں کا ثبوت دیا اور ان کے ہاتھوں بہت سی فتوحات ہوئیں لیکن ظاہر ہے کہ قابلیت

صرف انہی لوگوں میں نہ تھی دوسرے لوگ بھی بہترین قابلیتوں کے مالک موجود تھے اور ان سے زیادہ خدمات انجام دے چکے تھے۔ محض قابلیت اس بات کے لئے کافی دلیل نہ تھی کہ خراسان سے لیکر شمالی افریقہ تک کا پورا علاقہ ایک ہی خاندان کے گورنروں کی ماتحتی میں دیدیا جاتا اور مرکزی سیکرٹریٹ پر بھی اسی خاندان کا آدمی مامور کیا جاتا۔ یہ بات اول تو بجائے خود قابل اعتراض تھی کہ مملکت کا رئیس اعلیٰ جس خاندان کا ہو، مملکت کے تمام اہم عہدے بھی اسی خاندان کے لوگوں کو دئیے جائیں مگر اس کے علاوہ چند اسباب اور بھی تھے جن کی وجہ سے اس صورتحال نے اور زیادہ پیچیدگی پیدا کردی۔ الخ (خلافت و ملوکیت ص ۱۰۹)۔

تبصرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک سال تک دور فاروقی کے عمال میں کوئی رد و بدل نہیں کیا۔ اس کے بعد حالات کے تقاضا کے تحت بعض عمال کو تبدیل کیا۔ حضرت عثمان رضؓ کی خلافت کا دائرہ کابل قندھار تک پھیلا ہوا تھا جس میں سینکڑوں عمال اور گورنر تھے اور سوائے چار پانچ حضرات کے سب غیر اموی تھے۔ تاریخ کا مطالعہ کیجئے تو مودودی صاحب کی غلط بیانی واضح ہو جائیگی۔ اور طرفہ یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ عمال کو ان الفاظ سے خراج تحسین پیش کر رہے ہیں کہ:۔

"اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ جن لوگوں

کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے حکومت کے یہ مناصب
دیئے انھوں نے اعلیٰ درجے کی انتظامی اور جنگی قابلیتوں
کا ثبوت دیا۔"

تو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس حسنِ انتخاب کی داد دینی چاہیئے یا مخالفت؟..... ع

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

(۴) حضرت عثمانؓ کی پالیسی کو ہدف تنقید بناتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ :۔ "یہ تھے وہ وجوہ جن کی بنا پر حضرت عثمانؓ کی یہ پالیسی لوگوں کے لئے اور بھی زیادہ بے اطمینانی کا موجب بن گئی تھی۔ خلیفہ وقت کا اپنے خاندان کے آدمیوں کو پے در پے مملکت کے اہم ترین مناصب پر مامور کرنا بجائے خود کافی وجہ اعتراض تھا اس پر جب لوگ یہ دیکھتے تھے کہ آگے لائے بھی جا رہے ہیں اس طرح کے اشخاص۔ تو فطری طور پر ان کی بے چینی میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا تھا۔ اس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ دو چیزیں ایسی تھیں جو بڑے دور رس اور خطرناک نتائج کی حامل ثابت ہوئیں۔ ایک یہ کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت معاویہؓ کو مسلسل بڑی طویل مدت تک ایک ہی صوبے کی گورنری پر مامور کئے رکھا وہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں چار سال سے دمشق کی ولایت پر مامور چلے آ رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے ایلہ سے سرحد روم تک

اور الجزیرہ سے ساحل بحر ابیض تک پورا علاقہ ان کی ولایت
مین جمع کرکے اپنے پورے زمانہ خلافت (۱۲ سال) میں ان کو
اسی صوبے پر برقرار رکھا۔ یہی چیز ہے جس کا خمیازہ آخرکار حضرت
علیؓ کو بھگتنا پڑا۔ شام کا یہ صوبہ اس وقت کی اسلامی سلطنت
میں بڑی اہم جنگی حیثیت کا علاقہ تھا۔ اسکے ایک طرف تمام مشرقی
صوبے تھے اور دوسری طرف تمام مغربی صوبے۔ بیچ میں وہ اسطرح
حائل تھا کہ اس کا گورنر مرکز سے منحرف ہوجائے تو وہ مشرقی
صوبوں کو مغربی صوبوں سے بالکل کاٹ سکتا تھا۔ حضرت معاویہؓ
اس صوبے کی حکومت پر اتنی طویل مدت تک رکھے گئے کہ انہوں
نے یہاں اپنی جڑیں پوری طرح جمالیں اور وہ مرکز کے قابو میں نہ
رہے بلکہ مرکز ان کے رحم و کرم پر منحصر ہوگیا۔ دوسری چیز جو اس سے
زیادہ فتنہ انگیز ثابت ہوئی وہ خلیفہ کے سیکرٹری کی اہم پوزیشن پر
مروان بن الحکم کی ماموریت تھی۔ ان صاحب نے حضرت عثمانؓ کی
نرم مزاجی اور ان کے اعتماد سے فائدہ اٹھا کر بہت سے کام ایسے
کئے جن کی ذمہ داری لامحالہ حضرت عثمانؓ پر پڑتی تھی حالانکہ ان
کی اجازت اور علم کے بغیر ہی وہ کام کرڈالے جاتے تھے۔ الخ (ایضاً ص ۱۱۵)

تبصرہ پہلے تو مودودی صاحب نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر
یہ الزام لگایا ہے کہ وہ حضرت عمر فاروقؓ کی پالیسی سے
ہٹتے چلے گئے اور اب ان پر یہ الزام لگا رہے ہیں کہ انہوں نے

حضرت عمرؓ کے مقرر کردہ والی (حاکم) کو ہٹایا کیوں نہیں؟ حالانکہ یہی امر اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت معاویہؓ کو جب حضرت فاروق اعظمؓ نے چار سال تک دمشق کا والی رکھا اور ان سے مطمئن رہے تو حضرت عثمانؓ نے بھی حضرت فاروقؓ کے انتخاب پر اعتماد کرتے ہوئے ان کو طویل عرصہ تک برقرار رکھا۔ چاہیے تو یہ تھا مودودی صاحب کوئی ایسا ٹھوس ثبوت پیش کرتے جس کی بنا پر حضرت عثمانؓ پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو وہاں سے ہٹانا شرعاً لازم ہوجاتا۔ تو بلا کسی جرم کے آپ ان کو کیوں ہٹاتے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمات قابل قدر ہیں۔ انکی فتوحات مسلّم ہیں۔ البتہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں آپ نے جو اختلاف کیا اور اسکے نتیجہ میں جو قتل و قتال ہوا۔ اس میں حسب اجماع اہل السنت والجماعت ان سے غلطی ہوگئی تھی۔ لیکن وہ ایک جلیل القدر صحابی اور فقیہ و مجتہد ہیں اس لئے انکی یہ خطا اجتہاد پر مبنی ہے نہ کہ نفسانیت پر۔ اس میں شیعہ اور مودودی حضرت معاویہؓ کو خواہ مخواہ مطعون کرتے ہیں۔ اور انکے برعکس پاکستان کے خارجی اور یزیدی حضرت معاویہؓ کے اجتہاد کو صحیح قرار دے کر چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ کو مطعون کرتے ہیں اس سلسلے میں مشاجرات صحابہ کی مفصل اور مدلل بحث بندہ نے اپنی کتاب "خارجی فتنہ حصہ اوّل" میں لکھدی ہے جسمیں

خارجی نظریہ کا ابطال کر کے اہل السنّت والجماعت کے مسلک حق کا اثبات کیا ہے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔

(۲) حضرت عثمان ذوالنورین قرآن کے موعودہ تیسرے خلیفہ راشد ہیں۔ اصحاب بیعتِ رضوان میں شامل ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اور حضرت فاروق اعظم نے جو چھ اصحاب عشرہ کی شوریٰ قائم کی تھی انکے منتخب خلیفہ ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ نے بھی آپ کی خلافت کو تسلیم کیا ہے۔ خود رسول پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین (تم پر میری سنّت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنّت (طریقے) کی پیروی لازم ہے"۔ اور خود مودودی صاحب بھی حضرت عثمان کو خلفائے راشدین میں شامل مانتے ہیں چنانچہ اسی زیر بحث کتاب خلافت و ملوکیت میں بعنوان:۔

"خلافت راشدہ اور اس کی خصوصیات"

لکھتے ہیں:۔ صفحات گزشتہ میں اسلام کے جو اصول حکمرانی بیان کئے گئے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین کی حکومت انہی اصولوں پر قائم ہوئی تھی آنحضرتؐ کی براہ راست تعلیم و تربیت اور عملی رہنمائی سے جو معاشرہ وجود میں آیا تھا اس کا ہر فرد یہ جانتا تھا کہ اسلام کے احکام اور اس کی روح کے مطابق کس قسم کا نظام حکومت بننا چاہیے۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنی جانشینی کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا لیکن مسلم معاشرے کے لوگوں نے خود یہ جان لیا کہ اسلام ایک شوروی خلافت کا تقاضا کرتا ہے اس لئے وہاں نہ کسی خاندانی بادشاہی کی بناء ڈالی گئی۔ نہ کوئی شخص طاقت استعمال کرکے برسراقتدار آیا۔ نہ کسی نے خلافت حاصل کرنے کے لئے خود کوئی دوڑ دھوپ یا، برائے نام بھی اس کے لئے کوئی کوشش کی بلکہ یکے بعد دیگرے چار اصحاب کو لوگ اپنی آزاد مرضی سے خلیفہ بناتے چلے گئے۔ اس خلافت کو امت نے خلافت راشدہ (راست رو خلافت) قرار دیا ہے اس سے خود بخود یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مسلمانوں کی نگاہ میں خلافت کا صحیح طرز یہی ہے" (خلافت وملوکیت طبع اوّل ص۸۳)

(ب) شوروی حکومت کے تحت لکھتے ہیں کہ:۔ یہ چاروں خلفاء حکومت کے انتظام اور قانون سازی کے معاملے میں قوم کے اہل الرائے لوگوں سے مشورہ کئے بغیر کام نہیں کیا کرتے تھے۔" (ایضاً ص۸۷)

(ج) خلافت راشدہ جس کے امتیازی خصائص اور بنیادی اصول گزشتہ صفحات میں بیان کئے گئے ہیں حقیقت میں ایک سیاسی حکومت نہ تھی بلکہ نبوت کی مکمل نیابت تھی اس بنا پر یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ وہ صرف خلافت راشدہ ہی نہ تھی بلکہ خلافت مرشدہ بھی تھی الخ (ایضاً ص۱۰۵)۔

ہمارا سوال

خود مودودی صاحب ان چار خلفائے راشدین کی خلافت کو خلافت راشدہ بلکہ خلافت مرشدہ مان رہے ہیں اور یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ یہ نبوت کی مکمل نیابت تھی اور انھیں یہ بھی تسلیم ہے کہ ان کی خلافت شوروی خلافت تھی اور یہ چاروں خلفاء حکومت کے انتظام اور قانون سازی میں قوم کے اہل الرائے کے مشورہ کے بغیر کام نہیں کرتے تھے۔ تو اس کے بعد مودودی صاحب کے ان اعتراضات کا کیا وزن رہ جاتا ہے جن کی بنا پر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پالیسی کو خطرناک بلکہ فتنہ انگیز لکھ رہے ہیں۔ اگر مودودی صاحب کی اس تنقید کو صحیح قرار دیا جائے تو پھر حضرت عثمانؓ کی خلافت کو "خلافت راشدہ" اور "نیابت نبوت" کیونکر تسلیم کر سکتے ہیں۔ یہ متضاد نظریات جن کو مودودی صاحب منوانے کی کوشش کر رہے ہیں غالباً ان کا مشن یہ ہے کہ خلافت راشدہ کا عنوان بھی قائم رکھیں اور اسکی عظمت کو مجروح کر کے شیعہ نظریات کو بھی تحفظ دیں (العیاذ باللہ)۔
حضرت عثمانؓ کی خلافت کی پالیسی پر جو الزامات اس وقت سبائی گروہ نے لگائے تھے اور جن کا جواب خود حضرت عثمانؓ نے بھی دیا حضرت علی المرتضیٰ نے بھی دفاع کیا اور ہر دور میں علمائے حق انکا جواب دیتے رہے ہیں (چنانچہ تحفہ اثناء عشریہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے بھی انکے جوابات دیئے ہیں) اب مودودی صاحب

نے خلافت وملوکیت میں وہی سبائی الزامات دوہرا دیئے ہیں۔
اور باوجود اسکے سبائی بلوائیوں کی اس تاریخی سازش کے متعلق یہ
بھی لکھ رہے ہیں کہ:۔ "اس تحریک کے علمبردار مصر۔ کوفہ اور بصرے سے
تعلق رکھتے تھے۔ انھوں نے باہمی خط وکتابت کرکے خفیہ طریقے سے
یہ طے کیا کہ اچانک پہنچکر حضرت عثمانؓ پر دباؤ ڈالیں۔ انہوں نے
حضرت عثمانؓ کے خلاف الزامات کی ایک طویل فہرست مرتب کی
جو زیادہ تر بالکل بے بنیاد یا ایسے کمزور الزامات پر مشتمل تھی جن
کے معقول جوابات دئے جاسکتے تھے اور بعد میں دئے بھی گئے۔
پھر باہمی قرار داد کے مطابق یہ لوگ جن کی تعداد دو ہزار سے زیادہ
نہ تھی مصر۔ کوفہ۔ اور بصرے سے بیک وقت مدینہ پہنچے یہ کسی
علاقے کے بھی نمائندے نہ تھے بلکہ سازباز سے انہوں نے ایک
پارٹی بنائی تھی جب یہ مدینہ کے باہر پہنچے تو حضرت علیؓ۔ حضرت طلحہؓ
اور حضرت زبیرؓ کو انہوں نے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی۔ مگر تینوں
بزرگوں نے انکو جھڑک دیا اور حضرت علیؓ نے انکے ایک ایک الزام کا
جواب دیکر حضرت عثمانؓ کی پوزیشن صاف کی۔ مدینے کے مہاجرین
وانصار بھی جو دراصل اس وقت مملکت اسلامیہ میں حل وعقد
کی حیثیت رکھتے تھے ان کے ہم نوا بننے کے لئے تیار نہ ہوئے مگر یہ
لوگ اپنی ضد پر قائم رہے اور بالآخر انہوں نے مدینہ میں گھس کر
حضرت عثمانؓ کو گھیر لیا۔ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ خلافت

سے دستبردار ہو جائیں۔ حضرت عثمانؓ کا جواب یہ تھا کہ میں تمہاری ہر اس شکایت کو دور کرنے کے لئے تیار ہوں جو صحیح اور جائز ہو مگر تمہارے کہنے سے میں معزول نہیں ہو سکتا اس پر ان لوگوں نے ۴۰ روز تک ایک ہنگامہ عظیم برپا کئے رکھا جس کے دوران میں ایسی ایسی حرکات اُن سے سرزد ہوئیں جو مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی گئی تھیں حتیٰ کہ انھوں نے ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کی توہین کی اور حضرت عائشہؓ یہ کہ کر مدینہ سے مکہ چلی گئیں کہ اس طوفان بدتمیزی میں کیا میں بھی اپنی توہین کراؤں۔ آخر کار ان لوگوں نے ہجوم کر کے سخت ظلم کے ساتھ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا تین دن تک ان کا جسد مبارک تدفین سے محروم رہا اور قتل کرنے کے بعد ظالموں نے ان کا گھر بھی لوٹ لیا یہ صرف حضرت عثمانؓ پر نہیں خود اسلام اور خلافت راشدہ کے نظام پر ان لوگوں کا ظلم عظیم تھا الخ (ایضاً خلافت و ملوکیت ص ۱۱۷، ۱۱۸)۔

یہاں ہمارا سوال یہ ہے کہ جب سبائی بلوائیوں کے ایک ایک الزام کا جواب حضرت علی المرتضیٰؓ نے دیدیا تھا۔ اور اہل حل و عقد مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مطمئن تھے۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے بھی ان کو جھڑک دیا تھا تو پھر مودودی صاحب نے حضرت عثمان کی انتظامی پالیسی کو خطرناک

اور فتنہ انگیز کیوں قرار دیا ہے اور ان کی خلافت راشدہ کے دَور پر تنقید و جرح کرتے ہوئے بیسیوں صفحات کیوں سیاہ کئے ہیں۔ اصل مجرم تو سبائی بلوائی ہیں۔ خطرناک اور فتنہ انگیز سازش تو ان کی تھی لیکن مودودی صاحب نے اس کے برعکس خلیفہ راشد حضرت عثمان کی پالیسی کو خطرناک اور فتنہ انگیز قرار دیدیا۔ اگر مودودی صاحب کی جماعتی پالیسی کو خطرناک اور فتنہ انگیز قرار دیں تو کیا میاں طفیل محمد صاحب اور ان کی جماعت اس کا خیر مقدم کریگی؟

ہے یہ گنبد کی صدا

مودودی صاحب نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پالیسی پر جس نوعیت کی تنقید کی ہے اللہ تعالیٰ نے خود انکو اس میں مبتلا کیا ہے۔ چنانچہ ان کا مرکز "منصورہ" ایک کاروباری مرکز بن چکا ہے۔ آخری عمر میں مودودی صاحب کو جماعت نے نظر انداز کردیا تھا۔ اور وہ ٹک ٹک دیدم دم نکشیدم کا مصداق بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ مودودی صاحب کے صاحبزادہ فاروق مودودی صاحب نے کالعدم جماعت اسلامی کے اراکین کے نام اپنی چھٹی میں جماعت پر سخت تنقیدیں کی ہیں۔ انکے مکتوب کے بعض اقتباسات حسبِ ذیل ہیں:۔

(۱) ہمیں بارہا یہ احساس ہوتا رہا کہ مولانا مرحوم جماعت کے بعض ساتھیوں کے رویہ اور طرز فکر کی وجہ سے بیحد ملول اور مایوس

ہیں۔ بارہا ہمیں اس امر کا احساس ہوا کہ معاملات کی خرابیوں کے سامنے مولانا مرحوم اپنے بعض ساتھیوں کے تعلق سے سخت ذہنی اذیت اور کوفت کا شکار ہوئے ——— میرے بیان کردہ حالات کی تصدیق کے لئے ابا جان مرحوم کا ایک خط مولانا وصی مظہر ندوی صاحب کے پاس موجود ہے جس میں انہوں نے جماعت کی موجودہ قیادت پر سخت بے اطمینانی کا اظہار کیا ہے۔ جو حضرات چاہیں وہ مولانا وصی مظہر ندوی صاحب سے اس خط کی نقل منگوا سکتے ہیں۔ (۲) مولانا مودودی جب سے جماعت کی امارت سے علیحدہ ہوئے آہستہ آہستہ اس کی موجودہ قیادت کا مزاج روبہ انحطاط ہوتا گیا۔ سیاسی کاموں اور مصروفیتوں کے انہماک نے کردار اور اخلاق کا بحران ہی پیدا نہیں کیا بلکہ جماعت کے بہت سے لوگوں میں تحریک کو ایسے ذاتی مقاصد کے لئے استعمال کرنے کا رجحان بھی پیدا ہو گیا آپ کو شاید یاد ہوگا کہ اس کا پہلا مظاہرہ اس وقت ہوا جب میاں صاحب (یعنی میاں طفیل محمد صاحب امیر کالعدم جماعت اسلامی پاکستان) نے ایک بیان جماعت کے دوسری جماعتوں کے انضمام کے بارے میں دیا تھا۔ مولانا کو اس سے سخت دکھ پہنچا تھا اور جب بار بار ان کے طلب کرنے پر بھی منصورہ سے کوئی معقول بات سامنے نہیں آئی تو والد مرحوم نے اپنی ذاتی حیثیت میں اخبارات کو ایک بیان جاری کیا۔ صریح غلط بیانی کا

ارتکاب کرتے ہوئے منصورہ کے بعض قائدین نے اخبارات کو اس نوع کے ٹیلیفون کئے کہ مولانا نے اپنا بیان واپس لے لیا ہے اس کو شائع نہ کیا جائے الخ (۳) مولانا کی ذات کو تحریک کے بعض رہنمایاں کرام نے صرف اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے کا سلسلہ عرصہ دراز سے شروع کر رکھا تھا لیکن مولانا صبر و تحمل سے کام لیتے رہے۔ پھر اس سے بڑھ کر جب مولانا کی تحریریں اور خطابات بھی اقامت دین کے بجائے اپنے تجارتی اور معاشی مفادات کے لئے استعمال ہونے لگے تو یہ بات حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگوں کو بھی ناگوار گزری۔ اب جبکہ صورت حال یہ ہے کہ منصورہ جو تحریک کا مرکز بنایا گیا تھا بعض لوگ اسے خالصتاً کاروباری اور تجارتی مرکز کے طور پر استعمال کرتے ہوں تو پھر ہم اپنا یہ قانونی اور شرعی حق سمجھتے ہیں کہ اس صورت حال پر احتجاج کریں اور اپنے جائز حقوق کے طلب گار ہوں"۔

(۴) ان حالات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جماعت میں ایک مختصر گروہ موجود ہے جو ہمارے ملک کی بیوروکریسی کی مانند حقائق سے میاں (طفیل محمد) صاحب کو بے خبر رکھتا ہے اور ان کے فیصلے وہی ہوتے ہیں جو امیر جماعت سے کروانا چاہتے ہیں۔

منصورہ کی اس بیوروکریسی کے روح و رواں جناب خلیل حامدی صاحب ہیں۔ ان کی کاروباری صلاحیتیں خالصتاً دنیا دارانہ ہیں

ان کے پاس ذاتی دولت بھی جمع ہو گئی ہے اور جماعت کے فنڈ پر بھی
جو تصرف ان کو حاصل ہے وہ کم ہی کسی دوسرے کو ہو گا۔ ابا جان
مرحوم کی زندگی میں بھی ان کے علم میں یہ بات آگئی تھی کہ خلیل حامدی
صاحب کے زیر سرپرستی ادارہ "دار العروبہ" کے حسابات آڈٹ
نہیں ہوئے ہیں۔ وجوہات کیا ہیں مجھے معلوم نہیں۔ خلیل حامدی
صاحب خالص کاروباری شخصیت ہیں ان کا پروگرام یہ ہے کہ مولانا
کی ذات اور نام کو دعوت اور اقامت دین کے نام پر اپنے ذاتی
مقاصد کے لئے متعدد ناموں سے تجارتی۔ اشاعتی ادارے اور
کمپنیاں قائم کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔"

(۵) افسوس ہے کہ مولانا خلیل حامدی صاحب کے پھیلائے ہوئے
جال میں جماعت کی مرکزی قیادت ایسی گرفتار ہو چکی ہے کہ انکے
خلاف کسی قسم کی کارروائی کرنا روز بروز مشکل تر ہوتا جا رہا ہے
ہمارے اور آپ کے یہ بزرگ جماعت کے اکابرین سے مشورہ اور
اجازت کے بغیر جو چاہے کرتے رہتے ہیں۔ المنار بک سنٹر کے قیام
کا پورا معاملہ ان کی بدترین مثال ہے۔ اسلامک ریسرچ اکیڈمی
کی رقوم بغیر اجازت اس ادارہ کو منتقل کرنے کے معاملہ کے گواہ
خود چوہدری رحمت الٰہی ہیں لیکن افسوس کہ میاں (طفیل محمد) صاحب
کو عضو معطل کر کے رکھ دیا گیا ہے۔

(۶) جماعت کا اسی فیصد بجٹ باہر سے آمدہ اعانتوں سے

پورا ہوتا ہے اور اس کی نصف سے زائد رقم اپنی پسند اور اعتماد کے فارغ کارکنوں کی تنخواہیں ان کو دی جانے والی بے دریغ مراعتوں پر صرف ہو جاتی ہے۔ مرکز کی گاڑیاں۔ مرکز کے ٹیلیفون ذاتی استعمال میں آتے ہیں۔ اور گاڑیاں اکابرین جماعت کے عزیزوں کے استعمال میں بھی خراب ہوں تو اخراجات بیت المال پر ڈال دیئے جاتے ہیں۔

(۷) جماعت کے بعض اکابرین اپنی دنیا بنانے پر لگے ہوئے ہیں ان میں بیشتر لکھ پتی ہو چکے ہیں اور کروڑ پتی بننے کے خواہشمند ہیں ——— کہنے کو تو دل نہیں چاہتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ مرکز کی قیادت سے وابستہ ان حضرات نے تحریک اقامت دین کو تحریک اقامت شکم بنا دیا ہے۔ (بشکریہ ہفت روزہ مسلمان اسلام آباد ۱۹ فروری ۱۹۸۳ء)۔

یہ ہے فاروق مودودی صاحب کا مکتوب جس کے بعض اقتباسات ہم نے درج کر دیئے ہیں۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت؛ عبرت۔ سچ ہے ع: ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہی ویسی سنی۔

حضرت عمرو بن العاص

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی اور فاتح مصر ہیں۔ مودودی صاحب انکے متعلق جنگ صفین اور واقعہ تحکیم (جس میں حضرت علی رضی المرتضیٰ اور حضرت معاویہ رضی کے جھگڑے

کو ثالثوں کے سپرد کیا گیا) کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:۔ جو انصاف پسند آدمی بھی نیزوں پر قرآن اٹھانے کی تجویز سے لیکر اس وقت تک کی روئداد پڑھے گا وہ مشکل ہی سے یہ مان سکتا ہے کہ یہ سب کچھ اجتہاد تھا۔ بلاشبہ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ واجب الاحترام ہیں اور بڑا ظلم کرتا ہے وہ شخص جو ان کی کسی غلطی کی وجہ سے ان کی ساری خدمات پر پانی پھیر دیتا ہے اور ان کے مرتبے کو بھول کر گالیاں دینے پر اتر آتا ہے مگر یہ بھی کچھ کم زیادتی نہیں ہے کہ اگر ان میں سے کسی نے کوئی غلط کام کیا ہو تو ہم محض صحابیت کی رعایت سے اس کو اجتہاد قرار دینے کی کوشش کریں۔ بڑے لوگوں کے غلط کام اگر ان کی بڑائی کے سبب اجتہاد بن جائیں تو بعد کے لوگوں کو ہم کیا کہ کر ایسے اجتہادات سے روک سکتے ہیں۔ اجتہاد کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ امر حق معلوم کرنے کے لئے آدمی اپنی انتہائی حد وسع تک کوشش کرے۔ اس کوشش میں نادانستہ غلطی بھی ہو جائے تو حق معلوم کرنے کی کوشش بجائے خود اجر کی مستحق ہے لیکن جان بوجھ کر ایک سوچے سمجھے کے مطابق غلط کام کرنے کا نام اجتہاد ہرگز نہیں ہو سکتا کوئی غلط کام محض شرف صحابیت کی وجہ سے مشرف نہیں ہو جاتا بلکہ صحابی کے مرتبہ بلند کی وجہ سے وہ غلطی اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے لیکن اس پر رائے زنی کرنے والے کو لازماً یہ احتیاط ملحوظ

ملحوظ رکھنی چاہیے کہ غلط کو صرف غلط سمجھنے اور کہنے پر اکتفا کرے اس سے آگے بڑھ کر صحابی کی ذات کو بحیثیت مجموعی مطعون نہ کرنے لگے ——— حضرت عمرو بن العاص یقیناً بڑے مرتبے کے بزرگ ہیں اور انہوں نے اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ البتہ ان سے یہ دو کام ایسے سرزد ہو گئے ہیں جنہیں غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں"۔ (ایضاً خلافت و ملوکیت ص۱۴۳)۔

تبصرہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا کہ وہ قریش کے صالحین میں سے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنگ ذات السلاسل میں امیر بنا کر بھیجا تھا۔ پھر حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ان کو امیر شام بنا کر بھیجا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضؓ نے آپ کو والیٔ مصر بنایا اور آپ فاتح مصر ہیں پھر حضرت عثمان رضؓ کے دورِ خلافت میں بھی وہ چار سال تک والیٔ مصر رہے آپ عرب کے بہادروں میں شمار ہوتے تھے۔ قصّہ تحکیم میں حضرت امیر معاویہ رضؓ کی طرف سے ثالث بنائے گئے۔ قصّہ تحکیم کی روایات متضاد ہیں۔ یہاں اس بحث کی گنجائش نہیں۔ مودودی صاحب نے ایسے جلیل القدر صحابی کی طرف محض غلطی کا انتساب نہیں کیا

بلکہ آپ کی نیت پر حملہ کیا ہے۔ گو شرف صحابیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی صحابی سے غلطی نہ ہو۔ لیکن شرف صحابیت کا یہ تقاضا ماننا پڑتا ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ بدنیتی پر مبنی نہیں اگر آپ کی غلطی ہے بھی تو اجتہادی۔ ان کی غلطی کو اجتہادی نہ قرار دینا شرف صحابیت کی توہین ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و محبت کا شرف حاصل کرنیوالوں کے خلوص نیت کی خود شہادت دی ہے۔ چنانچہ فرمایا یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا کے طالب ہیں۔)۔

یہ عجیب بات ہے کہ مودودی صاحب جماعتی کاموں میں اپنے آپ[1] کو تو مخلص مانتے ہیں لیکن رسول اکرم ؐ کے فیضیافتہ صحابہ کے خلوص نیت کے منکر ہیں۔

---

[1] چنانچہ مودودی صاحب اپنے متعلق لکھتے ہیں :۔ خدا کے فضل سے میں کوئی کام یا کوئی بات جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں کیا اور کہا کرتا۔ ایک ایک لفظ جو میں نے اپنی تقریر میں کہا ہے اور یہ سمجھتے ہوئے کہا ہے کہ اسکا حساب مجھے خدا کو دینا ہے نہ کہ بندوں کو۔ چنانچہ میں اپنی جگہ بالکل مطمئن ہوں کہ میں نے کوئی ایک لفظ بھی خلاف حق نہیں کہا" (رسائل و مسائل حصہ اول ص ۳۰۶ طبع دوم)۔ (ب) نیز لکھتے ہیں :۔ اللہ کے فضل سے مجھے کسی مدافعت کی حاجت نہیں ہے میں کہیں خلا میں سے یکایک نہیں آگیا ہوں۔ اس سرزمین میں

حضرت مغیرہ رضی بن شعبہ

حضرت مغیرہ رضی بن شعبہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ مودودی صاحب انکو بھی مخلص نہیں مانتے۔ اور ان کی طرف سے یزید کی ولیعہدی کی تجویز کو ذاتی مفاد پر مبنی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں :۔

"یزید کی ولیعہدی کے لئے ابتدائی تحریک کسی صحیح جذبے کی بنیاد پر نہیں ہوئی تھی بلکہ ایک بزرگ نے اپنے ذاتی مفاد کے لئے دوسرے بزرگ کے ذاتی مفاد سے اپیل کرکے اس تجویز کو جنم دیا۔ اور دونو صاحبوں نے (یعنی حضرت معاویہ رضی اور حضرت مغیرہ رضی) اس بات سے قطع نظر کرلیا کہ وہ اس طرح امتِ محمدیہ کو کس راہ پر ڈال رہے ہیں الخ (خلافت و ملوکیت ص۱۵۰)

تبصرہ :۔ کسی صحابی کے متعلق ہم یہ بدگمانی نہیں کرسکتے کہ انہوں

سالہا سال سے کام کر رہا ہوں۔ میرے کام سے لاکھوں آدمی براہ راست واقف ہیں میری تحریریں صرف اسی ملک میں نہیں دنیا کے اچھے خاصے حصے میں پھیلی ہوئی ہیں اور میرے رب کی مجھ پر یہ عنایت ہے کہ اس نے میرے دامن کو داغوں سے محفوظ رکھا ہے" (تقریر چار روزہ کانفرنس جماعت اسلامی پاکستان بمقام لاہور ۲۵ تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء روزنامہ مشرق لاہور ۲۶ اکتوبر سنہ ۱۹۶۳ء)۔ (نوٹ) یہ تقریر خود مودودی صاحب کی جماعت نے بھی بطور پمفلٹ شائع کی تھی۔ —— یہ ہے مودودی صاحب کی ذہنیت کہ وہ خود تو بے داغ بنتے ہیں لیکن داغ دھبے ان حضرات کے ثابت کرتے ہیں جو رحمت للعلمین کے فیضیافتہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انکے خلوص نیت کی شہادت دیکر اپنی رضامندی کا اعلان کردیا ہے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

نے اسلام کے لئے مالی اور جانی قربانیوں کے باوجود محض کسی ذاتی مفاد کی خاطر ساری امت کے دین کو خطرے میں ڈال دیا ہو۔
اس قسم کے ملکی معاملات میں ان سے خطائے اجتہادی تو ہو سکتی ہے لیکن ان کا دامن اس قسم کی ذاتی اغراض کے داغ دھبوں سے پاک ہے۔ علاوہ ازیں مودودی صاحب کی یہ تحقیق بھی ملحوظ رکھیں جو انہوں نے شیعہ اصول روایت کی تردید میں پیش کی ہے کہ :۔ صحابہ کرام میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی صحابی نے کسی ذاتی غرض سے یا اپنا کوئی کام نکالنے کے لئے حضورؐ کے نام سے کبھی ناجائز فائدہ اٹھایا ہو حتیٰ کہ انکے درمیان جب اختلافات برپا ہوئے اور دو خونریز لڑائیاں تک ہو گئیں۔ اس وقت بھی فریقین میں سے کسی ایک شخص نے بھی کوئی حدیث گھڑ کر دوسرے کے خلاف استعمال نہیں کی۔ اس قسم کی حدیثیں بعد کے ناخدا ترس لوگوں نے تو ضرور تصنیف کیں مگر صحابہ کرام کے واقعات میں اس کی مثال ناپید ہے۔"
(منصب رسالت نمبر ص۳۵)

یہ عبارت راقم الحروف نے اپنی "کھلی چٹھی بنام مودودی صاحب" ص۶ پر بھی پیش کی ہے۔

تبصرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی من گھڑت حدیث کی نسبت نہ کرنیکا منشا، بھی تو خوفِ خداوندی

ہے جس سے صحابہ کرام متصف تھے۔ تو پھر ان کے متعلق یہ کیونکر یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ محض ذاتی اغراض کے لئے انہوں نے ساری امت کو مخالف اسلام راہ پر ڈال دیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تمام جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے مودودی صاحب نے جن کو سب سے زیادہ اپنے تنقیدی غیظ و غضب کا نشانہ بنایا ہے وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں چنانچہ لکھتے ہیں :۔

(۱) ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں برسرِ منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کی بوچھاڑ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عین روضہ نبوی کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علی کی اولاد اور انکے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے۔ کسی کے مرنے کے بعد اس کو گالیاں دینا شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور پر جمعہ کے خطبے کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین و اخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا الخ (خلافت و ملوکیت ص۱۷۴)۔

(۲) مال غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ

وسنت رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی الخ (ایضاً ص ۱۷۳)

(۳) زیاد بن سُمیّہ کا استلحاق بھی حضرت معاویہؓ کے ان افعال میں سے ہے جن میں انہوں نے سیاسی اغراض کے لئے شریعت کے ایک مسلّم قاعدے کی خلاف ورزی کی تھی۔ زیاد طائف کی ایک لونڈی سُمیّہ نامی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ لوگوں کا بیان یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں حضرت معاویہؓ کے والد جناب ابوسفیانؓ نے خود بھی ایک مرتبہ اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ زیاد انہی کے نطفہ سے ہے۔ جوان ہو کر یہ شخص اعلیٰ درجے کا مدبّر۔ منتظم۔ فوجی لیڈر اور غیر معمولی قابلیتوں کا مالک ثابت ہوا حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں وہ آپکا زبردست حامی تھا اور اس نے بڑی اہم خدمات انجام دی تھیں۔ ان کے بعد حضرت معاویہؓ نے اس کو اپنا حامی ومددگار بنانے کے لئے اپنے والد ماجد کی زناکاری پر شہادتیں لیں اور اس کا ثبوت بہم پہنچایا کہ زیاد انہی کا ولد الحرام ہے۔ پھر اسی بنیاد پر اسے اپنا بھائی اور اپنے بھائی کا فرد قرار دے دیا۔ یہ فعل اخلاقی حیثیت سے جیسا کچھ مکروہ ہے وہ تو ظاہر ہی ہے مگر قانونی حیثیت سے یہ ایک صریح ناجائز فعل تھا کیونکہ شریعت میں کوئی نسب زنا سے ثابت نہیں ہوتا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف حکم موجود ہے کہ "بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر وہ پیدا ہو اور زانی کے لئے کنکر پتھر ہیں"۔ ام المومنین

حضرت ام حبیبہؓ نے اسی وجہ سے اس کو اپنا بھائی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس سے پردہ فرمایا۔ (ایضاً ص ۱۷۵)۔

تبصرہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جن الفاظ میں مودودی صاحب نے تنقید کی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ شیعیت کی قلمکاری ہے۔ ان مطاعن کا تفصیلی جواب حضرت مولانا محمد تقی عثمانی (کراچی) جسٹس وفاقی شرعی عدالت پاکستان نے اپنی کتاب:

"حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق"

میں دیا ہے۔ قارئین کرام! اس کتاب کا مطالعہ کریں۔ یہاں صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد ہیں۔ حبر امت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو فقیہ قرار دیا ہے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب المناقب) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قسم کی غیر مہذب کاروائی نہیں کر سکتے تھے البتہ مودودی صاحب نے حضرت معاویہؓ کے متعلق مندرجہ عبارتیں لکھ کر اپنے بغض و عناد کا کھلا اظہار کر دیا ہے۔ کیا فقیہ و مجتہد صحابی کے متعلق کوئی سنی مسلمان اس قسم کی بدگمانی کر سکتا ہے کہ انہوں نے سیاسی اغراض کے لئے کتاب و سنت کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی ہو گی۔ اور پھر مودودی صاحب کا یہ لکھنا کہ انہوں نے زیاد کو اپنا بھائی بنانے کے لئے اپنے والد ماجد یعنی حضرت

ابوسفیانؓ کی زناکاری پر شہادتیں لیں۔ کیا اس وقت کا معاشرہ اس قسم کا تھا۔ حالانکہ کتابوں میں تو یہ لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت ابوسفیانؓ کے نکاح پر شہادتیں لی تھیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ عسقلانی محدث نے "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" میں ان گواہوں کے نام پیش کرتے ہوئے لکھا ہے :۔ شھدوا کلھم علی ابی سفیان ان زیادا ابنہ الا المنذر فشھد انہ سمع علیا یقول اشھد ان ابا سفیان قال ذلک فخطب معاویۃؓ فاستلحقہ فتکلم زیاد فقال ان کان ما شھد الشھود بہ حقا فالحمد للہ الخ (الاصابہ جلد ثالث ص ۴۲-۴۳) " ان سب نے اس بات کی شہادت دی تھی کہ زیاد حضرت ابوسفیانؓ کا بیٹا ہے مگر منذر نے یہ شہادت دی کہ اس نے حضرت علیؓ سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ابوسفیان نے یہ کہا تھا کہ زیاد میرا بیٹا ہے۔ پس حضرت معاویہؓ نے تقریر کی اور زیاد کو اپنا بھائی بنا لیا۔ پھر زیاد نے کہا کہ گواہوں نے جو کچھ بیان کیا ہے اگر یہ حق ہے تو الحمد للہ الخ

علاوہ ازیں اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی لکھتے ہیں :۔

" زیاد کی ماں سمیہ بنت کلاب ثقفی کی لونڈی تھی۔ زیاد کے باپ کی نسبت لوگوں کو کچھ شبہ تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ سمیہ کے ساتھ ابوسفیان نے زمانہ جاہلیت میں نکاح کیا تھا اور ابوسفیان کے نطفہ سے زیاد کی پیدائش ہوئی تھی۔ زیاد کی شکل وصورت

بھی ابو سفیانؓ سے بہت مشابہ تھی ـــــــ حضرت علی کرم اللہ وجہہ زیاد کو ابو سفیان کا بیٹا یقین کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے سامنے ابو سفیان نے خود ایک موقع پر فاروق اعظم کی مجلس میں یہ تسلیم کیا تھا کہ زیاد میرا بیٹا ہے۔ اسی لئے انہوں نے زیاد کو فارس کا حاکم مقرر کیا تھا۔ (تاریخ اسلام حصہ دوم صـ ۳۱-۳۲)

(۲) مودودی صاحب نے جو یہ لکھا ہے:۔ کہ وہ خود (یعنی حضرت معاویہؓ) اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں بر سر منبر حضرت علیؓ پر سب و شتم کی بوچھاڑ کرتے تھے الخ

کیا کوئی ذی شعور شخص اُس دورِ سعادت میں اس قسم کی (منبر رسولؐ پر) سب و شتم کو تسلیم کر سکتا ہے پھر کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں کچھ بھی غیرت نہیں رہی تھی کہ وہ سب کچھ سُن کر کان لپیٹ لیتے تھے۔ اور وہاں ہی نماز جمعہ ادا کرتے تھے تاریخی روایات میں تو یہ بھی ہے کہ :۔" ابن عباسؓ اور شریح امیر المومنین علیؓ کی خدمت میں آئے اور کل واقعہ بیان کیا۔ امیر المومنین علیؓ نماز میں قنوت پڑھتے اور بددعا کرنے لگے :۔ اللّٰھم العن معاویة وعمرا وحبیبا وعبد الرحمٰن بن مخلد والضحاک (اے اللہ لعنت کر معاویہ اور عمرو بن العاص وغیرہ پر")۔ ... معاویہؓ کو جب اس کی خبر لگی تو وہ حضرت علیؓ و ابن عباس و حسن و حسین و اشتر پر لعن کرنے لگے" (تاریخ ابن خلدون مترجم حصہ اول صـ ۵۳۹)۔

لیکن حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے :۔ ان ھذا لم یصح (ان میں سے کوئی بات بھی صحیح نہیں ہے۔) اور مودودی صاحب کی دیانت یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے لعن کرنے کی روایت تو پیش کر دی لیکن حضرت علی المرتضیٰ کی لعن کرنے کی روایت درج نہ کی حالانکہ انہوں نے ابتدا کی تھی (العیاذ باللہ) بہرحال اس قسم کی روایات من گھڑت ہیں۔

ستم ظریفی

ان کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ یہ سب کچھ لکھنے کے بعد یہ بھی فرما رہے ہیں کہ :۔ حضرت معاویہؓ کے محامد و مناقب اپنی جگہ پر ہیں۔ شرف صحابیت بھی واجب الاحترام ہے۔ ان کی یہ خدمت بھی ناقابل انکار ہے کہ انھوں نے پھر سے دنیائے اسلام کو ایک جھنڈے تلے جمع کیا اور دنیا میں اسلام کے غلبے کا دائرہ پہلے سے زیادہ وسیع کر دیا۔ ان پر جو شخص لعن طعن کرتا ہے وہ بلاشبہ زیادتی کرتا ہے۔ لیکن ان کے غلط کام کو تو غلط کہنا ہی ہوگا۔ اسے صحیح کہنے کے یہ معنی ہوں گے کہ ہم اپنے صحیح و غلط کے معیار کو خطرے میں ڈال رہے ہیں۔" (ایضاً خلافت و ملوکیت ص ۱۰۳)۔

قارئین اندازہ فرمائیں کہ جو کچھ مودودی صاحب نے حضرت معاویہؓ کے متعلق ص ۱۷۴-۱۷۵ پر لکھا ہے اس کو تسلیم کرنے کے بعد بھی کوئی شخص حضرت معاویہؓ کے محامد و مناقب تسلیم کر سکتا

ہے۔ ان کو واجب الاحترام قرار دے سکتا ہے۔ سیاسی اغراض کے لئے کتاب و سنّت کے صریح احکام کی خلاف ورزی کرنے والا شخص فاسق ہوتا ہے نہ کہ واجب الاحترام؟ اسی تضاد بیانی کا نام ہی تقیہ ہے جسے مودودی صاحب نہایت خوبصورتی سے انجام دے رہے ہیں۔ اہل السنّت و الجماعت کا مسلک یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ عادل تھے۔ گو آپ سے اجتہادی خطاؤں کا صدور ہوا ہے۔ چنانچہ شارح صحیح مسلم امام نووی محدثؒ لکھتے ہیں:۔

واما معاویۃ رضی اللہ عنہ فھو من العدول الفضلاء والصحابۃ النجباء الخ (نووی جلد ثانی ص۲۷۳ کتاب فضائل الصحابہ) اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عادل۔ فاضل اور شریف و نجیب صحابہ کرام میں سے تھے)۔ (۲) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ فرماتے ہیں:۔ کیف یکون جائرًا وقد صحّ انه کان اماماً عادلاً فی حقوق اللہ سبحانه وفی حقوق المسلمین کما فی الصواعق الخ (مکتوبات امام ربانی جلد اوّل مکتوب نمبر ۲۵۱ طبع قدیم ص۲۷۳) "اور حضرت معاویہؓ کیونکر جائر تھے حالانکہ آپ حقوق اللہ میں اور حقوق مسلمین میں عادل تھے جیسا (صواعق محرقہ لابن حجر مکی) میں مذکور ہے"۔ علاوہ ازیں حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ لکھتے ہیں:۔ سئل عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنه ایّهما افضل معاویۃؓ ام عمر بن عبد العزیز فقال

الغبار الذی دخل انف فرس معاویة مع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر من عمر بن عبد العزیز کذا
مرۃ "۔ (مکتوبات امام ربانی جلد اول مکتوب نمبر ۵۸ صـ۷۴ طبع قدیم)
"حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا ہے کہ حضرت
معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبد العزیز۔ تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس جہاد میں حضرت معاویہ گھوڑے پر سوار ہو
کر شریک ہوئے ہیں اس گھوڑے کی ناک کا غبار بھی کتنے درجہ حضرت عمر بن
عبد العزیز سے بہتر ہے)۔
حضرت مجدد رحہ یہی قول پیش کرتے ہوئے اس کی توجیہ فرماتے ہیں :۔
کانہ اشار بذلک الی ان فضیلۃ صحبتہ ورویتہ صلے
اللہ علیہ وسلم لا یعدلہا شیئ (رسالہ رد الروافض)
گویا کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور صحبت کے برابر کوئی چیز
نہیں ہے)۔ (ب) علامہ ابن تیمیہ رحہ نے بھی یہی قول پیش کیا ہے
(ملاحظہ ہو منہاج السنۃ جلد ثالث صـ۱۸۳)۔

افراط و تفریط شیعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تکفیر کے
قائل ہیں اور مودودی صاحب بظاہر تعریف کرتے ہیں لیکن جو کچھ
انہوں نے لکھا ہے اسمیں توہین و تفسیق پائی جاتی ہے۔ اور ان
دونوں کے برعکس خارجی اور یزیدی گروہ آجکل حضرت معاویہ رضی کی

اجتہادی خطا بھی تسلیم نہیں کرتا بلکہ ان کی مدح میں غلو کرتا ہے اور قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ کی تنقیص و توہین کرتا ہے بلکہ یہ لوگ تو یزید کو بھی عادل و صالح اور خلیفہ راشد مانتے ہیں۔ مشاجراتِ صحابہؓ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ کی تفصیلی بحث بندہ نے اپنی کتاب "خارجی فتنہ حصہ اوّل" میں لکھ دی ہے۔ جس سے مسلک اہل السنّت و الجماعت کی حقانیت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

صحابہ کرام اور قرآن

اہل زیغ و ضلال افراد اور گروہ کتب تاریخ کی بے سند اور وضعی روایات کی بنا پر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دینی اور شرعی عظمتوں کو مجروح کرتے ہیں حالانکہ یہ حضرات صرف تاریخی نہیں بلکہ قرآنی شخصیتیں ہیں۔ جن کے ساتھ ہمارے ایمان و اسلام کا تعلق ہے۔ اس لئے حسب ضرورت یہاں مختصراً قرآنی آیات پیش کی جاتی ہیں تاکہ ناواقف سنی مسلمان اپنے ایمان کی حدود متعین کر لیں (۱) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ط ذلک مثلھم فی التورٰۃ ج ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطئہ فاٰزرہٗ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ

يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (پارہ ۲۶ سورۃ الفتح رکوع ۴۔ آیت ۲۹) ان آیات کے تحت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ کا ترجمہ مع توضیح قوسین حسب ذیل ہے :۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں ——— (آگے آپ کے مُتبعین صحابہ کے فضائل و بشارات مذکور ہیں کہ) جو لوگ آپ کے صحبت پائے ہوئے ہیں۔ (یہ لفظ تمام صحابہ کرامؓ کو شامل ہے خواہ ان کو صحبتِ طویل میسر ہو یا قلیل اور جو صحابہ حدیبیہ میں آپ کے ساتھ تھے وہ اصالتاً اور خصوصاً اسکے مصداق ہیں حاصل یہ ہے کہ سب صحابہ کرام ان صفات کمال کے ساتھ موصوف ہیں کہ) وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں (اور) آپس میں مہربان ہیں (اور) اے مخاطب تو ان کو دیکھیگا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں (اور) اللہ تعالےٰ کے فضل اور رضامندی (یعنی ثواب اور قُرب) کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں ان (کی عبدیت) کے آثار (ان کے) سجدہ کی تاثیر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں (مراد ان آثار سے خشوع و خضوع کے انوار ہیں جو مومن متقی کے چہرہ میں عموماً مشاہدہ کئے جاتے ہیں) یہ ان کے اوصاف (مذکورہ) توراۃ میں ہیں اور انجیل میں ان کا یہ وصف (مذکور) ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے (اوّل زمین سے) اپنی سوئی نکالی۔

پھر اس نے (مٹی، پانی، ہوا وغیرہ سے غذا پاکر اپنی) اس (سوئی) کو قوی کیا (یعنی یہ کھیتی قوی ہوگئی) پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ (اپنے ہرے بھرے ہونے سے) کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی (اسی طرح صحابہ میں اوّل ضعف تھا پھر روزانہ قوت بڑھتی گئی اور اللہ تعالےٰ نے صحابہ کرام کو یہ نشو و نما اسلئے دیا) تاکہ ان (کی اس حالت) سے کافروں کو (حسد میں) جلاوے اور (آخرت میں) ان صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کر رہے ہیں (گناہوں کی) مغفرت اور (طاعات پر) اجرِ عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے"۔۔۔۔
(تفسیر بیان القرآن)

مذکورہ چھ صفات صحابہ کرام کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور صحبت اور تعلیم و تربیت کے فیضان سے درجہ بدرجہ حاصل ہوئی ہیں اور اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ کے تحت ان حضرات کے مقدر میں یہ خصوصی صفات رکھ دی تھیں جن کا اعلان ان کی پیدائش سے سینکڑوں برس پہلے ہی تورات و انجیل میں کر دیا تھا جس پر ایمان لانا اہل کتاب پر بھی فرض تھا اور اب قرآن میں وہی صفات بیان کر دی ہیں جن سے بالفعل وہ بواسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دورِ رسالت میں متصف ہو چکے تھے۔ اب قیامت تک قرآن پر ایمان لانے والوں کیلئے

بھی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ صفات پر ایمان لانا فرض ہو گیا ہے وللہ الحمد۔

(۲) لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ (سورۃ الفتح آیت ۱۸ - ۱۹)۔

"تحقیق اللہ ان مسلمانوں سے (جو آپکے ہم سفر ہیں) خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے (جہاد میں ثابت قدم رہنے پر) بیعت کر رہے تھے اور انکے دلوں میں جو کچھ (اخلاص اور عہد کو پورا کرنے کا عزم) تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا اور (اس وقت) اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب میں اطمینان پیدا کر دیا (جس سے انکو خدا کا حکم ماننے میں ذرا پس و پیش یا تردد نہیں ہوا۔ یہ تو معنوی نعمتیں ہوئیں) اور اس کے ساتھ کچھ محسوس نعمتیں بھی دی گئیں جن میں معنوی نعمتیں بھی شامل تھیں چنانچہ (ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح دیدی۔ (مراد اس فتح سے فتح خیبر ہے) اور (اس فتح میں) بہت سی غنیمتیں بھی (دیں) جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور بڑا حکمت والا ہے (کہ اپنی قدرت اور حکمت سے جس وقت جس کے لئے مناسب سمجھتا ہے فتح دے دیتا ہے")

(تفسیر بیان القرآن) یہ بیعت بمقام حدیبیہ ایک درخت کے نیچے

لی گئی تھی جبکہ یہ خبر ملی کہ قریش مکہ نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا ہے جو بحکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم قریش مکہ سے بات چیت کرنے گئے تھے۔ یہ بیعت حضرت عثمانؓ ذوالنورین کا انتقام لینے کے لئے لی گئی تھی۔ جسمیں چودہ سو یا پندرہ سو صحابہ شامل تھے۔ بعد میں جب یہ اطلاع ملی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید نہیں کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیکر غائبانہ ان کو اس بیعت میں شامل فرما لیا۔ حضرت عثمان کی اس غائبانہ بیعت کا ذکر شیعہ کی مستند کتاب حدیث " فروع کافی کتاب الروضہ میں بھی موجود ہے۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے ان اصحاب پر اپنے راضی ہونیکا قطعی اعلان فرما دیا ہے جو اس بیعت میں شامل تھے۔ البتہ اہل سنّت کی روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک منافق جد بن قیس نے بیعت نہیں کی تھی اور وہ اونٹ کے پلان کے پیچھے چھپ گیا تھا اس بیعت رضوان میں اصحاب اربعہ حضرت ابو بکر صدیق۔ حضرت عمر فاروق۔ حضرت عثمان ذوالنّورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ جن میں سے تین نے حاضرانہ اور حضرت عثمان نے غائبانہ بیعت کا شرف حاصل کیا تھا۔ لہذا تسلیم کرنا پڑیگا کہ ان چاروں اصحاب کو یقیناً اللہ کی رضامندی کی سند بھی نصیب

---

۵ صفحہ ۱۵۱ طبع لکھنؤ۔

ہوئی اور بعد میں جب ان کو منصب خلافت نصیب ہوا تو انکی
خلافت پر بھی رضائے خداوندی کا سایہ تھا اور یہ بھی ملحوظ رہے
کہ اصحاب بیعت رضوان میں سے سوائے ان چار یار کے اور کسی کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا منصب عطا نہیں ہوا لہذا
ان خلفائے اربعہ کی خلافت از روئے قرآن قطعی طور پر معیاری
خلافت راشدہ ہے جس کا مصداق حضرت امام حسنؓ اور حضرت امیر
معاویہؓ بھی قرار نہیں دئے جا سکتے کیونکہ وہ اس بیعت رضوان میں
شریک نہیں تھے۔ اسی بنا پر تحریک خدام اہل سنّت کی طرف سے
خصوصی طور پر خلافت راشدہ کے جواب میں "حق چار یار" کا اعلان حق
کیا جاتا ہے جو ان چار یار ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ گو سب یاران
رسول برحق ہیں۔ حضرت حسن اور آپ کی صلح کے بعد حضرت معاویہؓ
بھی بالاتفاق خلیفہ برحق ہیں لیکن جو مقام خلافت راشدہ کا ان چار
یار کو نصیب ہوا ہے وہ اور کسی صحابی کو نصیب نہیں ہوا۔ رضی اللہ
تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(۳) وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ
وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ
وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (پارہ ۱۱۔ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۰۰)
:۔ اور جو مہاجرین اور انصار (ایمان لانے میں سب امت سے)

سابق اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ (ایمان لانے میں) انکے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا (کہ ان کا ایمان قبول فرمایا جس پہ ان کو جزا ملے گی) اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے (کہ اطاعت اختیار کی جس کی جزاء سے یہ رضا اور زیادہ ہوگی) ۔ اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی۔ جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہینگے (اور) یہ بڑی کامیابی ہے۔" (تفسیر بیان القرآن حضرت تھانویؒ ۔) ـــــــ ان آیات میں اہل ایمان کے تین طبقوں کا ذکر ہے (۱) مہاجرین (۲) انصار ۔ یہ دونوں طبقے معیاری ہیں جن سے اللہ تعالی راضی ہوا ہے ۔ ان میں مہاجرین کو انصار پر فضیلت حاصل ہے ۔ (۳) ان کے بعد تیسرا طبقہ ان صحابہ کا ہے جو انکے بعد ایمان لانے والے ہیں اور ان مہاجرین وانصار کے پیروکار ہیں۔ ان سے بھی اللہ راضی ہوگیا ۔ اور ان کے بعد قیامت تک جو مسلمان ان مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے پیروکار ہونگے ان سے بھی اللہ راضی ہوگا ۔ یہی مذہب اہل السنت والجماعت ہے جس میں مہاجرین وانصار وغیرہ تمام صحابہ کرام کی عقیدت لازمی ہے ۔ یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ صحابہ کرام میں باہمی فروعی اور اجتہادی اختلاف کا ہونا اس کے منافی نہیں ہے ۔ اور اسلامی عقائد اور اصول میں صحابہ کرام کا

کوئی اختلاف نہ تھا۔
(ب) ان آیات سے بھی خلفائے اربعہ کی خلافت کا حق اور پسندیدہ ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا مصداق سب سے پہلے نمبر پہ مہاجرین صحابہ ہیں اور چاروں، خلفائے راشدین مہاجرین میں سے ہیں اور ان میں امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق افضل المہاجرین ہیں۔ یہی از روئے نص قرآنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار ہیں اور پھر سب سے پہلے یارِ مزار بھی ہیں یہی افضل الخلفاء الراشدین ہیں اور افضل البشر بعد الانبیاء ہیں۔ اس آیت کی بنیاد پر بھی خلافت راشدہ کے جواب میں حق چار یار کا اعلان حق اہل سنت والجماعت کا امتیازی نشان ثابت ہوتا ہے۔
خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ تینوں آیات سے مہاجرین و انصار۔ اصحابِ بیعت رضوان اور تمام اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا برحق اور جنتی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات بھی مذکورہ آیات کا مصداق ہونے کی وجہ سے جنتی ہیں اور ان کو امہات المومنین کی حیثیت سے خصوصی مقام حاصل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں اور آپ کے نواسے خصوصاً حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ

عنہا بھی حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور محبت کا شرف پانے کی وجہ سے جنتی بلکہ از روئے حدیث جوانان جنت کے سردار ہیں۔ ان حضرات میں سے کسی سے بھی بغض و عناد بلکہ قلبی تکدر و ناراضگی رکھنا اللہ کی ناراضگی کا موجب ہے علاوہ ازیں یہ بھی ملحوظ رہے کہ جس بندہ کے لئے اللہ تعالیٰ راضی ہونے کا اعلان کرتا ہے یہ ہمیشہ کے لئے ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ الصارم المسلول علی شاتم الرسول ص۵۷۲ طبع بیروت میں لکھتے ہیں:۔ والرضی من اللہ صفۃ قدیمۃ فلا یرضی الا من عبد یعلم انہ یوفیہ علی موجبات الرضی ومن رضی اللہ عنہ لم یسخط علیہ ابداً: " اللہ تعالیٰ کی رضا اس کی قدیمی صفت ہے۔ وہ اسی بندے سے راضی ہوتا ہے جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضاء کے اسباب پورے کریگا۔ اور جس سے اللہ راضی ہوجائے پھر اس سے کبھی ناراض نہیں ہوتا"۔

امام ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ بھی لکھتے ہیں:۔ ومن رضی اللہ عنہ لم یسخط علیہ ابداً (مقدمہ استیعاب: "جس پر اللہ راضی ہوجائے اس سے کبھی ناراض نہیں ہوتا)۔

مذکورہ آیات کی بنا پر اہل السنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ جنتی ہیں اور ہر ہر صحابی کی موت کامل الایمان ہونے

کی حالت میں واقع ہوئی ہے۔ چنانچہ امام ابن حزمؒ متوفی ۴۵۶ھ فرماتے ہیں :- ثم نقطع علی ان کل من صحب رسول اللہ علیہ وسلم بنیۃ صادقۃ ولو ساعۃ فانہ من اھل الجنۃ لا یدخل النار لتعذیب" (الفصل فی الملل والاھواء و النحل جلد چہارم صفحہ ۱۴۸)۔ ترجمہ :- " پھر ہم اس پر قطعی یقین رکھتے ہیں کہ جس شخص نے بھی صدق نیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہے اگرچہ ایک لمحہ بھی ہو وہ جنتی ہے اور سزا کے لئے جہنم میں بالکل داخل نہ ہوگا) اور صحابہ کرام کی نیک نیتی کی شہادت بھی خود اللہ تعالےٰ نے دیدی ہے چنانچہ فرمایا :- یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں) یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ تمام صحابہ کرام میں سے سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف پانے والے حضرت ابوبکر صدیق ہیں اور پھر حضرت عمر فاروق ۔ یہ دونوں یار قیامت تک حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روضہ مقدسہ میں آرام فرما ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔

سبحان اللہ ! یہ سب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوضات و برکات کا نتیجہ ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم از روئے قرآن آفتاب رسالت ہیں (وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا) اور اصحاب از روئے ارشاد

رسالت نجوم ہدایت ہیں چنانچہ فرمایا :۔ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم (میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے)۔

آیت استخلاف

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں خلفائے اربعہ بترتیب خلافت درجہ بدرجہ سب سے افضل ہیں۔ اوران چاروں کی خلافت اللہ تعالیٰ کے وعدہ قرآنی پر مبنی ہے جس کا ذکر حسب ذیل آیات میں ہے۔

(۱) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (پ ۱۸۔ سورۃ النور رکوع ۷۔ ایت ۵۵)۔ "وعدہ دیا اللہ نے جو لوگ تم میں ایمان لائے اور کئے ہیں نیک کام۔ البتہ پیچھے حاکم کرے گا ان کو ملک میں جیسا حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور جما دیگا انکو دین ان کا جو پسند کر دیا ان کے واسطے۔ اور دیگا ان کو انکے ڈر کے بدلے امن۔ میری بندگی کرینگے شریک نہ کرینگے میرا کسی کو اور جو کوئی ناشکری کریگا اس پیچھے سو وہی لوگ ہیں بے حکم۔" (ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی)۔ اس آیت کو

آیت استخلاف کہتے ہیں۔ اس کے تحت حضرت شاہ صاحب عبدالقادرؒ دہلوی لکھتے ہیں :۔ "خطاب فرمایا حضرت کے وقت لوگوں کو جو اُن میں نیک ہیں پیچھے اُن کو حکومت دے گا اور جو دین پسند ہے۔ ان کے ہاتھ سے قائم کرے گا اور وہ بندگی کریں گے بغیر شرک۔ یہ چاروں خلیفوں سے ہوا۔ پہلے خلیفوں سے اور زیادہ پھر جو کوئی اس نعمت کی ناشکری کرے ان کو بے حکم فرمایا۔ جو کوئی انکی خلافت کا منکر ہوا۔ ان کا حال سمجھا گیا۔" (موضح القرآن)۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ اس آیت استخلاف کی تشریح میں لکھتے ہیں۔ "اس سے ثابت ہوا کہ تسلط اہل اسلام اور تمکین دین پسندیدہ اور ازالۂ خوف اور تبدیلی امن جو کچھ تھا سب کا سب اصل میں انہی چار یار کے لئے تھا۔" (ہدیۃ الشیعہ ص۵۶ طبع قدیم)۔

(۳) شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت استخلاف کے تحت فرماتے ہیں :۔ "الحمد للہ کہ یہ وعدہ الٰہی چاروں خلفاء رضی رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پورا ہوا۔ اور دنیا نے اس عظیم الشان پیشنگوئی کے ایک ایک حرف کا مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔" (فوائد عثمانی ترجمہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ (اسیر مالٹا) علاوہ ازیں امام رازی قاضی ابوبکر ابن العربی اور امام قرطبی وغیرہ اہل سنت مفسرین نے آیت کا مصداق خلفائے اربعہ

(چار یارؓ) ہی کو ٹھہرایا ہے۔ کیونکہ منکم سے وہی صحابہ کرام مراد ہیں جو نزول آیت کے وقت موجود تھے۔

آیت تمکین

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (پارہ ۱۷۔ سورۃ الحج رکوع ۶۔ آیت ۴۱) "وہ لوگ اگر ہم انہیں دنیا میں حکومت دیدیں تو نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کام کا حکم کریں اور برے کاموں سے روکیں اور ہر کام کا انجام تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ (ترجمہ حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ)۔ یہ اعلان خداوندی صرف مہاجرین صحابہ کے بارے میں ہے جن کے متعلق اس سے پہلے فرمایا:۔ "اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ" یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے اس بات کی بنا پر کہ وہ کہتے تھے کہ رب ہمارا صرف اللہ ہے۔"

اس آیت کے تحت امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنویؒ لکھتے ہیں:۔ ظاہر ہے کہ جماعت مہاجرین میں سے صرف چار بزرگوں کو تمکین (یعنی حکومت) ملی۔ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر حضرت عثمان۔ حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پس قرآن شریف پر ایمان رکھنے والوں کا فرض ہے کہ ان چاروں کو خلیفہ راشد مانیں

اور زمانہ خلافت میں جو کام انہوں نے کئے ان کاموں کے پسندیدہ خدا ہونے کا یقین رکھیں" (مجموعہ تفسیر آیات قرآنی صـ ۲۴۵)۔

(۲) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں :۔ " یہ آیات ہجرت مدینہ کے فوراً بعد اسوقت نازل ہوئی ہیں جبکہ مسلمانوں کو کسی بھی زمین میں حکومت و اقتدار حاصل نہیں تھا مگر حقتعالیٰ نے انکے بارے میں پہلے ہی یہ خبر دیدی کہ جب ان کو اقتدار حکومت ملیگا تو یہ دین کی مذکورہ اہم خدمات انجام دینگے اسی لئے حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا :۔ ثناءٌ قبل بَلَآءٍ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد عمل کے وجود میں آنے سے پہلے اس کے عمل کرنے والوں کی مدح و ثنا ہے ۔ پھر اللہ تعالیٰ کی اس خبر کا جس کا وقوع یقینی تھا اس دنیا میں وقوع اسطرح ہوا کہ چاروں خلفائے راشدین اور مہاجرین اَلَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا کے مصداق صحیح تھے ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہی کو سب سے پہلے زمین کی مکنت و قدرت یعنی حکومت و سلطنت عطاء فرمائی اور قرآن کی پیشگوئی کے مطابق انکے اعمال و کردار اور کارناموں نے دنیا کو دکھلا دیا کہ انہوں نے اپنے اقتدار کو اسی کام میں استعمال کیا کہ نمازیں قائم کیں ۔ زکوٰۃ کا نظام مضبوط کیا ۔ اچھے کاموں کو رواج دیا برے کاموں کا راستہ بند کیا ۔ اسی لئے علماء نے فرمایا کہ یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ خلفائے راشدین سب کے سب اسی بشارت کے

مصداق ہیں اور جو نظامِ خلافت ان کے زمانے میں قائم ہوا وہ حق و صحیح اور عین اللہ تعالیٰ کے ارادے اور رضا اور پیشگی خبر کے مطابق ہے"۔ بحوالہ روح المعانی (تفسیر معارف القرآن جلد ششم ص۲۷)۔ اسی آیت کے تحت حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں:۔

ائمہ تفسیر میں سے ضحاکؒ نے فرمایا کہ اس آیت میں ان لوگوں کے لئے ہدایت ہے جن کو اللہ تعالیٰ ملک و سلطنت عطا فرما دیں کہ وہ اپنے اقتدار میں یہ کام انجام دیں جو خلفائے راشدین نے اپنے وقت میں انجام دیئے تھے" (قرطبی مع توضیح)۔

(۳) حضرت مولانا عبدالحق صاحب حقانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:۔ "مطلب یہ ہے کہ جب خدا ملک پر کسی قوم کو بصلۂ حمایت دینی مسلط کرے تو ان کو یہ باتیں عمل میں لانی چاہییں نہ کہ عیاشی اور فسق و فجور میں مبتلا ہونا چاہیے کیونکہ ان کے غالب و مسلط کرنے سے اللہ کا یہی مقصود ہے کہ زمین پر نیکی اور خدا پرستی اور عدل و انصاف قائم رہے۔ اسی لئے اس بات کو بطور پیشگوئی فرمایا کہ وہ ضرور ایسا کریں گے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعد خلفائے اربعہ نے دین الٰہی کی مدد کی۔ جہاد کر کے مخالفوں کو سرنگوں کرنا چاہا۔ خدا نے حسب وعدہ ان کی مدد کی کہ ان کو ملکوں کا مالک کر دیا۔ پس بموجب پیشگوئی ان میں یہ سب خوبیاں موجود تھیں۔ پھر ان کو

ظالم و غاصب کہنا کلام الہٰی کی تکذیب کرنا ہے"۔ (تفسیر حقانی جلد پنجم)۔ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اس آیت تمکین کی تفسیر میں لکھتے ہیں :۔ "یعنی اللہ کے مددگار اور اس کی تائید و نصرت کے مستحق لوگوں کی صفات یہ ہیں کہ اگر دنیا میں انہیں حکومت و فرمانروائی بخشی جائے تو ان کا قرآنی کردار فسق و فجور اور کبر و غرور کے بجائے اقامت صلوٰۃ ہو ان کی دولت عیاشیوں اور نفس پرستیوں کے بجائے ایتائے زکوٰۃ میں صرف ہو۔ ان کی حکومت نیکی کو دبانے کے بجائے اسے فروغ دینے کی خدمت انجام دے اور ان کی طاقت بدیوں کو پھیلانے کے بجائے ان کے دبانے میں استعمال ہو۔ اس ایک فقرے میں اسلامی حکومت کے نصب العین اور اسکے کارکنوں اور کارفرماؤں کی خصوصیات کا جوہر نکال کر رکھدیا گیا ہے۔ کوئی سمجھنا چاہے تو اسی ایک فقرے سے سمجھ سکتا ہے کہ اسلامی حکومت فی الواقع کس چیز کا نام ہے"۔ (تفہیم القرآن جلد ۳ سورۃ الحج آیت ۴۱ طبع ہشتم اکتوبر ۱۹۷۵ء)۔

تبصرہ اس آیت کی روشنی میں مودودی صاحب نے اسلامی حکومت کے نصب العین اور اس کے کارکنوں اور فرمانرواؤں کی جن خصوصیات کا ذکر کیا ہے ان کا اوّلین مصداق تو قطعی طور پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس جماعت صحابہ ہی جنمیں مخصوص دو طبقے ہیں۔ جن کو قرآن نے ہی

مہاجرین اور انصار کا لقب عطا فرمایا ہے۔ اور اسی جماعت کے ذریعہ خود حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی حکومت الٰہیہ قائم فرمائی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسی جماعت صحابہ (مہاجرین و انصار وغیرہم) نے اسلامی حکومت کا بہترین نمونہ پیش کیا جس کو خلافت راشدہ کہا جاتا ہے بلکہ آیت میں اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ کا مصداق خلفائے راشدین ہی ہیں۔ کیونکہ وہ چاروں مہاجرین میں سے ہیں۔ اور انہی آیات کے شروع میں اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ سے انہی کا تذکرہ ہے اور انہی کے متعلق بطور پیشگوئی اللہ تعالیٰ نے جو (قدیر و حکیم ہے) اسلامی حکومت کے قیام کا اعلان فرمایا ہے لیکن حیرت ہے کہ مودودی صاحب نے یہاں نہ جماعت صحابہ کا ذکر کیا نہ خلفائے راشدین کا حالانکہ یہ آیت تمکین خلفائے اربعہ کی خلافت حقہ راشدہ کے لئے نص ہے جس کی بنا پر قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ کا مصداق صرف یہی چار یار ہیں نہ ان پر کسی کا اضافہ کر سکتے ہیں نہ ان چار میں سے کسی کو آیت کا مصداق ہونے سے خارج کر سکتے ہیں۔

(ب) البتہ مودودی صاحب نے آیت استخلاف (وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) کا مصداق خلفائے ثلٰثہ کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"یہ وعدہ بعد کے مسلمانوں کو تو بالواسطہ پہنچتا ہے بلا واسطہ

اس کے مخاطب وہ لوگ تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں موجود تھے۔ وعدہ جب کیا گیا تھا اس وقت واقعی مسلمانوں پر حالت خوف طاری تھی اور دین اسلام نے ابھی حجاز میں بھی مضبوط جڑ نہیں پکڑی تھی۔ اس کے چند سال بعد یہ حالت خوف نہ صرف اس سے بدل گئی بلکہ اسلام عرب سے نکل کر ایشیا اور افریقہ کے بڑے حصے پر چھا گیا اور اس کی جڑیں اپنی پیدائش کی زمین میں ہی نہیں کرۂ زمین میں جم گئیں۔ یہ اس بات کا تاریخی ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ وعدہ ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق اور عثمان غنی کے زمانے میں پورا کر دیا اس کے بعد کوئی انصاف پسند آدمی مشکل ہی سے اس امر میں شک کر سکتا ہے کہ ان تینوں حضرات کی خلافت پر خود قرآن کی مہر تصدیق لگی ہوئی ہے۔ اور ان کے مومن صالح ہونے کی شہادت اللہ تعالیٰ خود دے رہا ہے" الخ۔

(تفہیم القرآن جلد سوم سورۃ النور آیت ۵۵)۔

یہاں مودودی صاحب نے یہ غلطی کی ہے کہ اس آیت کا مصداق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نہیں قرار دیا۔ اور اس سے محمود عباسی کی تحریک خارجیت کو سہارا ملتا ہے۔ کیونکہ مودودی صاحب نے آیت تمکین کا مصداق خلفائے راشدین میں سے کسی کو نہیں قرار دیا۔ اور آیت تمکین میں حضرت علی المرتضیٰ کو شامل ہی نہیں کیا تو پھر حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت راشدہ قرآن سے

تو ثابت نہیں ہوگی۔

(ب) مودودی صاحب کو غالباً یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کے دور میں اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع نہیں ہوا۔ اس لئے آیتِ استخلاف کا مصداق نہیں بن سکتے۔ حالانکہ آیت میں یہ فرمایا ہے وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ (اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ اس دین کو طاقت دیگا جو ان کے لئے پسند فرمایا ہے) تو اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے حدودِ خلافت میں اللہ کا پسندیدہ دین اسلام ہی نافذ فرمایا ہے۔ گو آپ کے دور میں وہ امن نہ رہا جو پہلے خلفاء کے دور میں تھا۔ لیکن آیت میں جس خوف کے ازالہ کا بیان ہے وہ کفار کا خوف ہے اور عہدِ مرتضوی میں بھی کفار کا کوئی خوف نہیں تھا۔ اگر انتشار تھا بھی تو وہ باہمی مسلمانوں میں تھا۔ عموماً مودودی صاحب کے معتقدین ان کی تحقیق کو بالکل صحیح سمجھتے ہیں اور ان پر علمی تنقید کرنے کو ان کی توہین سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ کورانہ تقلید انتہائی مذموم ہے اسی مسئلہ خلافت پر مودودی صاحب نے اپنی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ آیت تمکین اور آیت استخلاف کا صحیح مطلب نہیں سمجھ سکے۔ حالانکہ اسلامی حکومت کا قیام ان کا نعرہ اور مشن ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ

حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ

دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ خلافت پر مستقل کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافت الخلفاء لکھی ہے۔ اس میں آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق چاروں خلفائے راشدین ہی کو قرار دیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ ان دونوں آیتوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :۔ " اور اس جہت سے کہ آیت استخلاف یعنی وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ و آیت اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ دونوں ایک ہی واقعہ میں نازل ہوئی ہیں ایک کے مطلق کو دوسری مقید کرتی ہے اور دونو کے مجموعہ سے جو حاصل ہوا وہ مہاجرین اوّلین کا استخلاف ہے اور ان کی خلافت کی مدح۔ اور اس بات کا بیان ہے کہ اگر تمکین فی الارض (یعنی ملک پر حکومت) ان کے حصہ میں آجائے تو ضروری ہے کہ دوسرا جزو کہ جس سے مل کر یہ خلافت راشدہ ہو جائے اس کے ساتھ منضم ہو جائیگا۔ (ازالۃ الخفا مترجم اردو جلد دوم صـ ۳۹۶)۔

(ب) اسی سلسلے میں لکھتے ہیں :۔ " منجملہ لوازم خلافت خاصہ کے ایک یہ ہے کہ خلیفہ مہاجرین اوّلین میں سے ہو اور (نیز) ان لوگوں میں سے ہو جو بدر، تبوک اور دوسرے مشاہد عظیمہ میں موجود تھے جن کی عظمت شان اور جن کے حاضرین کے لئے وعدۂ جنت شرع میں حدیث مستفیض سے ثابت ہے (ازالۃ الخفاء مترجم جلد اول صـ ۴۲)

اور چونکہ حضرت علی المرتضیٰ سمیت چاروں خلفائے راشدین مہاجرین اولین میں سے ہیں۔ اس لئے مذکورہ دونوں آیتوں کا مصداق بھی چار یار رضی اللہ عنہم ہونگے۔ ان میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ اسی بناء پر خلفائے راشدین کے لئے یہ چار یار کی سنی اصطلاح صدیوں سے جاری ہے۔

حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی لکھتے ہیں :۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام مسلمانوں کے اتفاق سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام بنائے گئے اس لئے یہ خلیفہ اول ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ ہوئے۔ انکے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ ہوئے۔ ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ ہوئے۔ ان چاروں کو خلفائے اربعہ اور خلفائے راشدین اور چار یار کہتے ہیں۔" (تعلیم الاسلام حصہ سوم ص۱)۔

تحریک حق چار یار رضی اللہ عنہم

بلاشبہ تمام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں۔ اور خلفاء وصحابہ میں سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بھی برحق ہیں اور آپ کی صلح کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی برحق ہیں اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی برحق ہیں لیکن یہ تینوں حضرات قرآن کے موعودہ خلفاء راشدین

میں شمار نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان تینوں حضرات کو ہجرت کا شرف نصیب ہوا۔ اور قرآن میں وعدۂ خداوندی مہاجرین صحابہ کو خلیفہ بنانے کا ہے۔ اس لئے خلفائے اربعہ یعنی حضرت ابو بکر صدیق۔ حضرت عمر فاروق۔ حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ ہی بوجہ مہاجرین اوّلین ہونے کے قرآنی وعدہ اور پیشگوئی کا اصل مصداق ہیں اور خلفائے راشدین کی اصطلاح بھی انہی چار یار کے لئے ہے
دورِ حاضر میں چونکہ ان چار میں سے بعض گروہ تین کا انکار کر رہے ہیں۔ مثلاً شیعہ۔ اور بعض چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت مرضیہ کا انکار کر رہے ہیں۔ مثلاً خارجی گروہ (محمود احمد عباسی پارٹی)۔
اور بعض لوگ بظاہر ان چاروں کو خلفائے راشدین مانتے ہیں لیکن اسکے باوجود وہ ان پر جرح و تنقید کا حق رکھتے ہیں۔
اور ان کو معیارِ حق نہیں مانتے مثلاً مودودی صاحب اور ان کی پارٹی۔ جیسا کہ "خلافت و ملوکیت" کی عبارات پہلے نقل کر دی گئی ہیں۔ جس میں تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پالیسی پر سخت جرح کی گئی ہے حالانکہ حضرت عثمانؓ کو مودودی صاحب آیت استخلاف کا مصداق بھی تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کی یہ عبارت بحوالہ تفسیر تفہیم القرآن جلد سوم اوپر نقل کی جاچکی ہے کہ:۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ وعدہ ابو بکر صدیق۔ عمر فاروق اور عثمان غنیؓ کے زمانے میں پورا کر دیا۔ اس کے

بعد کوئی انصاف پسند آدمی مشکل ہی سے اس امر میں شک کر سکتا ہے کہ ان تینوں حضرات کی خلافت پر خود قرآن کی مہر تصدیق لگی ہوئی ہے"۔

پھر حیرت ہے کہ قرآن کی تصدیقی مہر کو آپ کیوں توڑنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس مصدقہ خلافت راشدہ میں مذموم ملوکیت کے جراثیم کیوں تلاش کرتے ہیں۔

مودودیت ملوکیت کے قدموں پر

مودودی صاحب نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کر دیا کہ انہوں نے اقربا نوازی کی۔ حالانکہ حضرت عثمانؓ اقربا کی اپنے ذاتی مال سے اعانت کرتے تھے انہوں نے الزام لگایا کہ مثال کے طور پر انہوں نے افریقہ کے مال غنیمت کا پورا خمس (۵ لاکھ دینار) مروان کو بخش دیا" (حاشیہ خلافت و ملوکیت صـ۱۰۶)۔ حالانکہ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ :۔

مروان نے افریقہ کا خُمس پانچ لاکھ میں خرید لیا تھا۔ جیسا کہ پہلے تاریخ ابن خلدون کی عبارت نقل کر دی گئی ہے (تاریخ ابن خلدون ج ۲ صـ۱۴۲)۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر تو اس طرح تنقیدی بادل برسایا ہے کہ ان کی حکومت کو مذموم ملوکیت کا مصداق قرار دیا جیسا کہ "خلافت و ملوکیت" کی عبارتیں پہلے نقل کر دی گئی ہیں حالانکہ

حضرت معاویہؓ کو ملک بہ نسبت قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین کے کہا جاتا ہے ورنہ آپ کی حکومت بھی عادلہ تھی۔ جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی کے ارشادات پہلے گذر چکے ہیں۔

شاہ فیصل ایوارڈ

لیکن وہ مودودی صاحب جو اقامت دین اور حکومت الٰہیہ کے عنوان پر ملوکیت کی پرزور تردید کر رہے تھے (اور اسی سلسلے میں انہوں نے کتاب "خلافت و ملوکیت" لکھی؟) آخرکار ملوکیت کے در پر جھک پڑے اور شاہ فیصل مرحوم کے دور ملوکیت میں

میں شاہ فیصل ایوارڈ کا عظیم انعام حاصل کر لیا اور مودودی جرائد اسی سند ملوکیت کے ثنا خواں بن گئے اور اب تک مودودی جماعت حکومت سعودیہ سے دنیوی منافع حاصل کر رہی ہے جس کا اظہار فاروق مودودی نے بھی کر دیا ہے اور یہاں تک لکھدیا ہے کہ یہ تحریک اقامت دین نہیں اقامت شکم ہے۔ اسے کہتے ہیں :۔

ہے یہ گنبد کی صدا جیسے کہی ویسے سنی

بہرحال جب قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ حق اور معیار حق ہے اور اس کا مصداق صرف خلفائے اربعہ (چار یارؓ) ہیں تو اس قرآنی حقیقت کا پرچم بلند کرنے کے لئے خلافت راشدہ۔ حق چار یارؓ کا اعلان (نعرہ) کتنا موثر اور کتنا ضروری ہے اگر حق چار یار کی اشاعت و نصرت آج علی الاعلان ہم اہل السنت والجماعت نہیں کریں گے

تو خدانخواستہ آہستہ آہستہ یہ قرآنی حقیقت مسلمانوں کے دل و دماغ سے بھی محو ہو جائیگی۔ حق تعالیٰ کی توفیق سے خدام نے بفضلہٖ تعالیٰ بطور تحریک کے حق چار یارؓ کا پرچم اٹھا لیا ہے اور ہم تمام اہل السنت والجماعت کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس عقیدہ حق کی تبلیغ و نصرت کے لئے ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ وما علینا الا البلاغ

ارشادات رسالت

قرآن حکیم میں مذکور مہاجرین و انصار وغیرہ صحابہ کرام کے مخصوص فضائل و مناقب۔ اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی سند خداوندی اور خلفائے اربعہ کی موعودہ خلافت راشدہ کے تذکرہ کے بعد گو اہل ایمان کے لئے مزید کسی استدلال کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لیکن نور ایمان و اطمینان کی مزید تقویت کے لئے معلم قرآن مبین حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات کا بیان بھی یہاں مفید ہو گا جن کے فیضان تعلیم و تربیت اور جن کی صفت تزکیہ کے اثر سے صحابہ کرام کو یہ بلند درجات نصیب ہوئے ہیں۔

(۱) اِنَّ اللہ اختارنِی واختار لِی اصحابی فجعل منھم وزرآء واَختاناً و اَصھاراً فمن سبّھم فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین ولا یقبل اللہ منہ یوم القیمۃ صرفاً وّلا عدلاً (بحوالہ تفسیر قرطبی سورۃ الفتح)

(مقام صحابہ مؤلفہ حضرت مفتی محمد شفیع رحؒ صاحب) " تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے چن لیا اور میرے لئے میرے اصحاب کو چن لیا۔ پھر ان میں سے بعض کو میرا وزیر بنایا اور بعض کو میرا خسر اور داماد بنایا پھر جو شخص ان کو سبّ کریگا (یعنی برا بھلا کہیگا) تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی اور قیامت کے دن اللہ نہ اس کی فرض نماز قبول کریگا اور نہ نفل)۔

(۲) اَللہ اَللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اٰذاھم فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ ومن اٰذی اللہ یوشک ان یاخذہ۔ (مشکوٰۃ شریف باب مناقب الصحابہ رضی) ۔ " اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے معاملہ میں انکو اپنی ملامت کا نشانہ مت بناؤ۔ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے۔ اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کیوجہ سے۔ اور جس نے ان کو اذیت دی تو اس نے مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھ کو اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو اذیت دی تو عنقریب اللہ اسکو پکڑے گا۔"

(۳) اَکرِموا اَصحابِی فانھم خیارکم (مشکوٰۃ شریف)۔
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اصحاب کا اکرام کرنا

کیونکہ وہ تم سے بہتر اور پسندیدہ ہیں"۔

(۴) اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علیٰ شرکم (مشکوٰۃ شریف) فرمایا جب تم لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو برا بھلا کہیں تو کہو۔ تمہاری شر پر اللہ کی لعنت ہو)

(۵) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھدیتم (مشکوٰۃ شریف) "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں جس کی بھی ان میں سے پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے"

(۶) اِن اللہ اختار اصحابی علی جمیع العٰلمین سوی النبیین والمرسلین واختار لی منہم اربعۃ ابابکر وعمر وعثمان وعلیا فجعلہم خیر اصحابی وفی اصحابی کلہم خیرٌ۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰے للقاضی عیاض اندلسی محدث جلد ثانی ص۱۱۹ طبع دمشق)۔ " فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق اللہ نے میرے اصحاب کو سوائے انبیاء و مرسلین کے تمام جہانوں میں چن لیا ہے اور ان میں سے اس نے ان چار کو میرے لئے چن لیا ہے۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم۔ اور میرے تمام اصحاب میں خیر اور بھلائی ہے"۔

یہ حدیث بسند صحیح مسند بزار میں منقول ہے۔

(۷) من یعش منکم بعدی فسیری اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ" (مشکوٰۃ شریف)۔

"تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہیگا تو وہ بہت اختلافات دیکھے گا۔ تو اس وقت تم کو میری سنّت (طریقہ) اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنّت (طریقہ) کی پیروی لازم ہو گی۔ اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا۔"

صحابہ کرام اور محققین اہل سنّت

آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی روشنی میں ہی محققین اہل السنّت والجماعت نے صحابہ کرام۔ اہل بیت عظام اور خلفائے راشدین کے متعلق صحیح اسلامی عقیدہ اختیار کیا ہے چنانچہ بعض اقوال حسب ذیل ہیں:۔ جو شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند (بھارت) نے مودودی صاحب کے افکار باطلہ کے رد میں نقل فرمائے ہیں۔

(۱) حافظ ابن عبدالبرؒ متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:۔ فھم خیر القرون وخیر امۃ اخرجت للناس ثبتت عدالۃ جمیعھم بثناء اللہ عزوجل علیھم وبثناء رسولہؐ ولا اعدل ممن ارتضاہ اللہ لصحبۃ نبیہ ونصرتہ ولا تزکیۃ افضل من

ذلك و تعديل اکمل منه قال اللہ تعالیٰ ۔ محمد رسول اللہ والذین معه الآیۃ ۔ (استیعاب جلد اول صـ۲)۔

ترجمہ:۔ "پس یہ لوگ صحابہ کرامؓ خیر القرون ہیں اور تمام ان امتوں میں جو لوگوں کی ہدایت کے لئے بنائی گئی ہیں بہترین ہیں۔ ان سب کی عدالت اللہ تعالیٰ کی ثناء اور صفت سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء سے ثابت ہوتی ہے اور کوئی زیادہ عدالت والا اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا اپنے نبی کی صحبت اور مدد کے لئے اور کوئی پاکیزگی اس سے افضل نہیں ہے اور نہ کوئی تعدیل اس سے بڑھ کر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ محمد رسول اللہ والذین معه الآیۃ" (مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت)۔

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی[1] رحمہ اللہ تعالیٰ اصابہ فی تمییز الصحابہ جلد اول صـ۱۱ میں فرماتے ہیں:۔ الفصل الثالث فی بیان حال الصحابۃ ۔ اتفق اهل السنة علی ان الجمیع عدول ولم یخالف فی ذٰلك الا شذوذ من المبتدعة ۔ وقد ذکر الخطیب فی الکفایة فصلاً نفیساً فی ذٰلك فقال عدالة الصحابة ثابتة معلومة بتعدیل اللہ لهم و اخباره عن طهارتهم فمن ذلك قوله کنتم خیر امة اخرجت للناس الخ:۔ فصل تیسری احوال صحابہؓ کے بیان میں۔ اہل السنت

[1] سنہ متوفی ۸۵۲ھ۔

والجماعت کا اتفاق ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ اس میں سوائے چند مبتدعین کے کسی نے خلاف نہیں کیا۔ کفایہ میں خطیب نے ایک نفیس فصل اس کے متعلق ذکر کی ہے۔ فرمایا کہ عدالت صحابہ کی۔ ان کی اللہ تعالیٰ کی تعدیل اور ان کی پاکیزگی کی خبر دینے اور ان کے مختار بنانے (یعنی۔ برگزیدہ ہونے) سے ہوتی ہے۔ ان نصوص اور آیات میں سے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الخ (ایضاً مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت)۔

(۳) محقق ابن ہمام حنفی اور علامہ ابی شریف شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ مسایرہ اور اس کی شرح مسامرہ ص۱۳۲ میں فرماتے ہیں۔ و اعتقاد اهل السنة والجماعة تزكية جميع الصحابة رضی اللہ عنہم وجوبًا باثبات العدالة لكل منهم و الكف عن الطعن فيهم والثناء عليهم كما اثنى الله سبحانه وتعالىٰ عليهم اذ قال۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الآیۃ۔ اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ تمام صحابہ کے وجوب تزکیہ کا ہے کہ ان کی عدالت مان لی جائے اور ان میں طعن کرنے سے روکا جائے اور ان کی ایسی ثناء اور صفت کی جائے جیسی کہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔ جتنی امتیں لوگوں کے لئے بنائی گئی ہیں ان میں تم سب سے بہتر ہو الخ (ایضاً مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت)۔

(۴) علامہ علی قاری حنفیؒ محدث کی مرقاۃ میں ہے :۔
والصحابۃ کلّھم عدول مطلقًا لظواھر الکتاب والسنّۃ واجماع من یُعتدّ بہ۔ وفی شرح السنّۃ قال ابومنصور البغدادی اصحابنا مُجمعون علی ان افضلھم الخلفاء الاربعۃ علی الترتیب المذکور ثم العشرۃ المبشرۃ ثم اھل بدر ثم اُحد ثم بیعۃ الرضوان الخ۔ ترجمہ:۔
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵۱۷ میں ہے " صحابہ سب کے سب مطلقًا عادل اور ثقہ ہیں کیونکہ قرآن و سنت اور معتمد علیہ لوگوں کے اجماع کی ظاہری عبارتیں اس پر دلالت کرتی ہیں۔ شرح السنۃ ابومنصور بغدادیؒ سے نقل ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے اکابر اجماع کئے ہوئے ہیں کہ اصحاب کرامؓ میں سے چاروں خلیفے ترتیب وار سب سے افضل ہیں۔ پھر تمام عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر پھر اہل اُحد پھر اہل بیعت رضوان الخ (ایضًا مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت)

(۵) اسی کتاب میں حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔
" ابوزرعہ رازیؒ فرماتے ہیں:۔ اذا رأیتَ الرجل ینتقص احدًا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم انہ زندیق۔ وذٰلک ان الرسول حق والقرآن حق وما جاء بہ حق وانّما ادّی الینا ذلک کلہ الصحابۃ وھؤلاءِ یریدون ان یجرحوا شھودَنا لیُبطِلُوا الکتاب والسنّۃ والجرح بھم

اولیٰ (الاِصابہ فی تمییز الصحابۃ جلد اوّل ص۱۱) ترجمہ "جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کی تنقیص کرتا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے اور یہ اس لئے کہ رسول حق ہے اور قرآن حق ہے اور جو رسولؐ لایا ہے وہ حق ہے اور چونکہ ان کو ہم سب تک پہنچانے والے صحابہ کرام ہیں تو یہ لوگ ہمارے گواہوں کو مجروح کرنا چاہتے ہیں تاکہ کتاب اور سنت کو باطل کردیں۔ اس لئے انہی کو مجروح کرنا اولیٰ ہے۔ یہی لوگ زندیق ہیں" (ایضاً مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت)۔

مذکورہ عبارت نقل کرنے کے بعد حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :- اور اسی وجہ سے اہل حق نے ہمیشہ پوری تحقیق کے ساتھ ان پر عائد کردہ الزامات کی چھان بجھوڑ کی۔ حق و باطل میں تمیز کی۔ کھرے اور کھوٹے کو پرکھ کر ہر چیز کو اپنی جگہ پر رکھا اور ان کے دامنِ تقدس پر ادنیٰ درجہ کا بھی دھبہ نہیں آنے دیا جیسا کہ واقعہ تھا۔ اسی کو اپنایا اور اسی کو ظاہر کیا اور اسی پر امت کو چلایا۔ علاوہ ازیں اسی سلسلہ میں حضرت مدنیؒ لکھتے ہیں :- چونکہ صحابہ کرام انبیاء علیہم السلام اور امت کے درمیان میں واسطہ ہیں۔ انہی کے ذریعہ اور وسیلہ سے کتاب اللہ بھی امت کو پہنچی ہے اور سنت بھی۔ اسی لئے

وہ ہی مدار دین ہیں۔ اگر وہ معتمد علیہ ہیں تب تو کتاب اور سنت
پر اعتبار ہو سکتا ہے ورنہ تمام دینی عمارت کھوکھلی اور ناپائدار
ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے زنادقہ اور مبتدعین نے ہمیشہ اس
جماعت کو مطعون کرنے کی کوشش بلیغ کی ہے الخ (ایضاً
مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت)۔

خلاصۂ کلام مذکورہ آیات و احادیث اور محققین اہل السنت
والجماعت کے اقوال سے ثابت ہو گیا کہ تمام
صحابہ کرام عادل اور ثقہ ہیں اور وہ معیار حق ہیں۔ ان پر تنقید و
جرح جائز نہیں ہے لیکن برعکس اسکے مودودی صاحب اور
ان کی جماعت صحابہ کرام کو نہ معیار حق مانتے ہیں اور نہ تنقید
سے بالا۔ وہ ان پر تنقید کرنا اپنا حق قرار دیتے ہیں۔ اسی بنا
پر مودودی صاحب نے اپنی تصانیف خصوصاً کتاب خلافت و
ملوکیت میں کھل کر تنقید و جرح کی ہے۔ جیسا کہ شروع بحث
میں ان کی عبارتیں پیش کی گئی ہیں۔ مودودی صاحبان کہتے ہیں
کہ تنقید کا مطلب تنقیص و توہین نہیں ہے بلکہ اس کا معنی ہے
پرکھنا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب خداوند عالم نے قرآن میں
مہاجرین و انصار وغیرہ صحابہ کرام کو جنت کی بشارت دی ہے
اور اپنے راضی ہونے کا اعلان کر دیا ہے تو کیا اللہ تعالےٰ کی
پرکھی ہوئی جماعت کو مزید پرکھنے کی ضرورت ہے۔ علاوہ ازیں

مودودی صاحب کی جو عبارتیں پہلے نقل کی گئی ہیں ان میں صریح توہین پائی جاتی ہے خصوصاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی۔ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ بعض صحابہ سے معصیت کا سرزد ہونا ثابت ہے مثلاً حضرت ماعز رضی اللہ عنہ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی سچی توبہ کا قبول ہونا بھی ثابت ہے اس طرح انہوں نے کامل الایمان ہونے کی حالت میں وفات پائی ہے۔ تو اب اعتراض کی کیا گنجائش باقی رہی۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اسی سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر صحابہ سے کوئی گناہ بالقصد ثابت ہو جائے تو وہ آیتِ مذکورہ (یعنی لِکنَّ اللہ حبّب الیکم الایمان وزیّنہ فی قلوبکم۔ سورۃ الحجرات (اللہ نے محبت ڈالدی تمہارے دل میں ایمان کی اور کھپا دیا اس کو تمہارے دلوں میں اور نفرت ڈالدی تمہاری دلوں میں کفر اور گناہ اور نافرمانی کی۔ وہی لوگ ہیں نیک راہ پر اللہ کے فضل سے اور احسان سے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے حکمت والا) اور ان کی محفوظیت مذکورہ کے خلاف نہیں ہے۔ اسلئے کہ عدالت اس ملکہ اور قوتِ راسخہ کا نام ہے جو کہ اجتناب عن الکبائر اور عدم اصرار علی الصغائر اور خسیس باتوں کے ترک پر آمادہ کرتی ہے۔ شاذ و نادر طور پر کسی وقت میں کسی جرم کا سرزد ہو جانا اور پھر نادم ہونا اور رہنا عدالت میں کھنڈت

نہیں ڈالتا اور نہ ان کی حفاظت کے منافی ہے۔ مگر مودودی صاحب کسی صحابی اور کسی انسان (یعنی غیر نبی) کو معیار حق نہیں مانتے۔ اور نہ کسی کو تنقید اور جرح سے بالاتر مانتے ہیں۔ اور نہ قابل تنقید مانتے ہیں"۔ (ایضاً مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت)۔

معیار حق کا مطلب

حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں:۔

معیار حق کے لئے معصوم اور صاحب وحی ہونے کا حصر صحیح نہیں ہے کیونکہ لفظ معیار لغت میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ سے کسی چیز کا وزن معلوم ہو۔ جس کو پیمانہ کہا جاتا ہے یا اس کی صفت جودت (کھرا ہونا) اور ردائت (کھوٹا ہونا) معلوم ہو جس کو کسوٹی کہتے ہیں۔ اسلئے ہر وہ شخص جس کا قول اور فعل نبی کے قول وفعل کے مطابق اور قابل اعتماد ہو وہ معیار حق ہوگا خواہ معصوم ہو یا محفوظ خواہ اس پر وحی آتی ہو یا مُلہَم اور مُحدَّث ہو۔ اور ہر وہ شخص جس میں ایمان کامل اور اتباع شریعت اور استقامت کاملہ پائی جائے وہ معیار حقانیت ہو سکتا ہے خصوصاً جبکہ اس کے متعلق شہادات نبویہ وارد ہوگئی ہوں وہ یقیناً معیار حق ہو گا۔ کیونکہ نبی کا فرمان وحی سے ہوگا۔ وما ینطق عن الھوی اِن ھُوَ الاّ وحیٌ یُّوحیٰ الخ (مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت)

معیارِ حق کے مذکورہ مطلب کو سمجھنے کے بعد تمام شبہات جو اس مسئلہ کے متعلق ہیں دور ہو جاتے ہیں اور کتاب و سنت کی روشنی میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معیارِ حق تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

مودودی صاحب کا غلط استدلال

مودودی صاحب سے سوال کیا گیا کہ صحابہ معیارِ حق ہیں یا نہیں تو انھوں نے لکھا۔ آپ کے سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ معیارِ حق صرف اللہ کا کلام ہے اور اس کے رسول کی سنت ہے۔ صحابہ معیارِ حق نہیں ہیں بلکہ اس معیار پر پورے اترتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسوٹی سونا نہیں ہے لیکن سونے کا سونا ہونا کسوٹی پر کسنے سے ثابت ہوتا ہے الخ (رسائل و مسائل حصہ پنجم صـ۱۷۹ اشاعت اوّل اپریل سـ۱۹۸۳ء بحوالہ ترجمان القرآن اگست ۱۹۷۶ء)۔

تبصرہ مودودی صاحب نے یہاں قرآن و سنت کو معیارِ حق تسلیم کیا ہے اور مودودی جماعت اسلامی کے دستور کی یہ عبارت ہے کہ :۔ رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے۔ کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے الخ۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک رسول خدا معیارِ حق ہیں اور مودودی صاحب نے مذکورہ جواب میں یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ صحابہ معیارِ حق نہیں ہیں"

اور صحابہ کے معیار حق نہ ہونے کی دلیل یہ دی ہے کہ وہ سونا ہیں نہ کہ کسوٹی۔ کسوٹی کوئی اور چیز ہے جس سے سونے کا سونا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یعنی جو سونا ہے وہ کسوٹی نہیں اور جو کسوٹی ہے سونا نہیں۔ لیکن اس مثال کو اگر صحیح تسلیم کیا جائے تو پھر العیاذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی معیار حق اور کسوٹی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بحیثیت رسول خالص سونا اور حق ہیں۔ اور جو سونا ہے وہ کسوٹی نہیں جس سے یہ نتیجہ نکلا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسوٹی اور معیار حق نہیں ہیں۔ اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونا بھی ہیں اور کسوٹی بھی تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ صحابہ کرام بھی حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خود خالص سونا ہیں اور باقی امت کے لئے کسوٹی اور معیار بھی ہیں۔

یہ ہے مودودی صاحب کی کج فکری اور استدلال کی غلطی۔ لیکن ان کے غالی عقیدتمند عملاً مودودی صاحب کو بھی معیار حق اور تنقید سے بالاتر مانتے ہیں۔ کیونکہ وہ مودودی صاحب کی ان تنقیدات کو تحقیقات نہ سمجھ کر برداشت کر لیتے ہیں جو انہوں نے انبیائے معصومین اور اصحاب خاتم النبیین پر کی ہیں لیکن مودودی صاحب پر تنقید کو برداشت نہیں کر سکتے۔ بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ مسئلہ معیار حق پر تفصیلی بحث بندہ نے اپنی کتاب "علمی محاسبہ" میں کردی ہے جو مفتی محمد یوسف صاحب کی کتاب "مولانا مودودی پر اعتراضات کا علمی جائزہ" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ جس کے جواب الجواب سے مفتی صاحب اور مودودی صاحب کے مقلدین عاجز ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

چونکہ از روئے قرآن مہاجرین و انصار اور انکے متبعین صحابہ کرام جنتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انکو اپنی رضامندی کی سند عطا فرما دی ہے۔ وہ سب حق ہیں اور ان سے حق ہی ملتا ہے۔ انکے مابین جو فروعی اور اجتہادی اختلافات رونما ہوئے ہیں انکو حق و باطل کا اختلاف نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق اجتہادی خطا میں بھی مجتہد کو ایک ثواب ملتا ہے لہذا صحابہ کرام اور قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین سب حق اور معیار حق ہیں انپر تنقید و جرح کرنا اور ان کو معیار حق قرار نہ دینا دین اسلام کی خدمت و تعمیر نہیں بلکہ تفریق و تخریب ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ
خطیب مدنی جامع مسجد چکوال ضلع جہلم و امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان۔ ۱۹ ذیعقدہ ۱۴۰۳ مطابق ۲۹ اگست ۱۹۸۳ء۔

ختم نبوت زندہ باد　　یا اللہ مدد　　خلافت راشدہ حق چاریارؓ

لاتلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون

حق کو باطل کے ساتھ مت ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو مت چھپاؤ

عقیدہ

عصمت انبیاء علیہم السلام

اور

مودودی

از قلم:۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ

امیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان

قیمت:۔/۸ روپے